خوش عقیدہ اہل اسلام کے لیے ایک بیش قیمت علمی و فکری نوشتہ
بھٹکے ہوے آہوؤں کو سوے حرم لے چلنے کی ایک مخلصانہ تحریک

رسوماتِ
محرم اور تعزیہ

: تصنیف لطیف :

غازیِ ملت، خطیب یورپ وایشیا علامہ سید محمد ہاشمی میاں اشرفی الجیلانی

: ترتیب و تقدیم :

محمد اَفروز قادری چریاکوٹی

ناشر: مکتبہ اھل سنت، پرتاول، مہراج گنج، یوپی273301

تفصیلات

نام کتاب	:	رسوماتِ محرم اور تعزیہ
تالیف منیف	:	امیر کشورِ خطابت، غازیِ ملت علامہ **سید محمد ہاشمی میاں** حفظہ اللہ
ترتیب و تقدیم	:	ابو رِفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی afrozqadri@gmail.com
غایت	:	اصلاح رسوم و اعمال
نظر ثانی	:	مصلحِ ملت حضرت علامہ مولانا **محمد عبد المبین نعمانی** قادری رضوی
تحریک	:	مجاہد سنیت مولانا احمد رضا قادری، مہراج گنجوی
صفحات	:	60 (ساٹھ)
اِشاعت اوّل	:	1980 مکتبہ انوار المصطفیٰ، مغل پورہ، حیدر آباد۔ ۲
اِشاعت دوم	:	2005 شیخ الاسلام اکیڈمی، حیدر آباد۔ (رجسٹرڈ)
اِشاعت سوم	:	2022 مکتبہ اہل سنت، پرتاول، مہراج گنج، یوپی
پبلشر	:	**مکتبہ اہل سنت**، پرتاول، مہراج گنج، اترپردیش ۲۷۳۳۰۱

Mobiles: **9129091907 .... 9119907740**

تقسیم کار

ماتریدی ریسرچ سینٹر، مالیگاؤں
Saeed ilaahiya Masjid, Naya
Islam pura, Malegaon. Nasik
Mobile: 08482952578

عرشی کتاب گھر، حیدر آباد
منڈی میر عالم، حیدر آباد، تلنگانہ، 500002
Mobile: 09440068759

فہرست

عرضِ حال

نحمده ونصلي ونسلم علىٰ حبيبه الكريم وآله وصحبهٖ أجمعين. أما بعد!

اِسلام ایک کامل دین اور شفاف نظام ہے۔ جاہلیت و جہالت کے اندھیرے ختم کرکے علم و یقین کی کرنیں اُجالنے کے لیے اسے برپا کیا گیا۔ یہ اِسلام کی بہت بڑی خوبی ہے کہ اس میں فطرتِ انسانی کے جملہ تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اسی لیے جب کوئی اِسلام قبول کرتا ہے تو اس کا بالفاظِ دیگر مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے دراصل اپنی فطرت کی آواز پر لبیک کہا ہے اور اپنے فطری و باطنی تقاضوں کی تکمیل کی ہے۔ لہٰذا کسی ایسی غیر فطری چیز کا اِسلام کی طرف اِنتساب کرنا جس سے جہالت و جاہلیت کی بو آتی ہو، درحقیقت اِسلام کے ساتھ کھلی زیادتی اور مزاجِ اسلام کی صریح خلاف ورزی ہے۔

غور طلب اَمر ہے کہ محرم الحرام جو اِسلامی کیلنڈر کا پہلا مہینہ، اور اُن چار مہینوں میں سے ایک ہے جنھیں اللہ پاک نے حرمت وعزت والا قرار دیا ہے، اِس مقدس مہینے کا تو پورے اِسلامی جوش وخروش کے ساتھ اِستقبال کرنا چاہیے تھا، اور اسے خیر و سعادت اور بندگی و طاعت والے کاموں میں گزارنا چاہیے تھا۔ بدی و گناہ کے کام یوں تو ہر مہینے میں برے ہوتے ہیں؛ لیکن حرمت والے مہینوں میں اُن کی شامت ونحوست اور بڑھ جاتی ہے۔ محرم کا ہم پر حق تو یہ تھا کہ ہم اسے نیکیوں کے ماحول میں گزارتے اور اچھی کارگزاریاں پیش کرتے؛ مگر افسوس کہ اس کی اِبتدا ہوتے ہی اِسلام مخالف رسومات اور بدعات وخرافات کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور دسویں محرم کو یہ اس وقت اپنے شباب پر پہنچ جاتا ہے جب ماتمِ حسین کے نشے میں نوحے کی دھن اور موسیقی کی جھنکار پر ہم گلی گلی تعزیہ داری کرتے ہوئے دندناتے پھرتے ہیں۔ الامان والحفیظ!

سوال یہ ہے کہ ہم سنی مسلمان یہ سارے کام جو مذہب کے نام پر کرتے ہیں کیا اَز روے شرع یہ جائز بھی ہیں یا شیطان نے انھیں ہماری نگاہوں میں کارِ خیر وسعادت بنا کر پیش کر دیا ہے اور ہم اندھا دھند بلا سوچے سمجھے اور اپنے عالم علما کی باتوں کی پروا کیے بغیر انھیں بس کرتے کراتے چلے جارہے ہیں!۔ اِسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ یزیدیوں نے اپنے تخت وتاج کو بچانے کے لیے امام حسین سمیت بہتر نفوسِ قدسیہ کو کربلا کے بے آب وگیاہ میدان میں بےقصور شہید کر دیا تھا، اور جب اس سے بھی دل کی بھڑاس نہیں نکلی تو ان شہیدوں کے کٹے ہوئے سروں کو نیزوں پر لٹکا کر گلی کوچوں میں پھرایا اور خانوادۂ نبوت کے بیٹے بیٹیوں کی عزت وناموس کو سرعام پامال وبے آبرو کیا۔ گویا شہیدوں کے سروں کو نیزوں پر لے کر گلی گلی دندناتے پھرنا یزیدیوں کا طریقہ ہے۔

اَب اگر آج امام حسین کے نام کا تعزیہ بنا کر ہم گلی گلی کودتے پھریں، تو کوئی دانش منداسے حسینیت والا نہیں بلکہ یزیدیت والا کام ہی تصور کرے گا۔ فرق صرف اِتنا ہوگا کہ وہ اِمام حسین کا سر لے کر گلی کوچوں میں کود پھاند کر رہے تھے اور ہم ان کا تعزیہ وتابوت لے کر نوحہ وماتم کے ساتھ کودتے پھرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ محبتِ حسین کا حق اَدا کر دیا؛ لیکن یاد رکھنا کہ اس سے محبت حسین تو اَدا نہ ہوگی، ہاں! یزیدیت کی روح ضرور ٹھنڈی ہوگی۔ خدا ہمیں عقل سلیم دے اور فہم دین کی توفیق بخشے۔

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ اگر شہادتِ حسین کا غم اِسلام میں اتنا ہی اہم ہوتا تو پھر امام حسین کے نانا اور بتولِ زہرا کے بابا، معلم کائنات، مکین گنبد خضرا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا غم تو اِسلام میں بہت ہی زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا؛ کیوں کہ آپ کے پردہ فرما جانے سے بڑھ کر دنیا اور اہل دنیا کے لیے شاید ہی کوئی غم والم ہوگا؛ مگر اِسلام نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوگ میں جب ہمیں کسی نوحہ وماتم اور تعزیہ داری کا کوئی حکم نہیں دیا، تو پھر غم حسین میں ان چیزوں کو کس اِسلام نے جائز کیا!۔ یہ سراسر شیعیت اور رافضیت ہے جو مسلمانوں کے اندر جہالت ونادانی، دین سے دوری اور علما سے

بیزاری کے باعث گھس آئی ہے۔ اللہ ہمیں صراطِ مستقیم پر گامزن فرمائے۔

مروّجہ تعزیہ اور تعزیہ داری کی اِسلام میں کتنی گنجایش ہے اس کا تعصب وہٹ دھرمی اور غلوِ عقیدت کی عینک اُتار کر نہایت سنجیدگی وغیر جانب داری سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ غور طلب اَمر یہ ہے کہ وہ علماے ربانیین جو حقیقت میں وارثین اَنبیا اور کشتی ملت کے ناخدا ہیں، انھیں بھلا کسی ایسی چیز سے کیوں بیر ہوگا جس سے شوکت اِسلام و مسلمین میں کسی طرح کا اِضافہ ہو، یا جس کا خمیر دین کی صحیح اَقدار پر اُٹھایا گیا ہو۔ اگر وہ کسی چیز کی روک تھام کرتے ہیں، اور اس کے خلاف آواز اُٹھاتے ہیں تو اس کا صریح مطلب یہ ہے کہ وہ چیز مذہب کے چول پر برابر نہیں بیٹھتی، اور اس سے سنت وشریعت کا شیرازہ بکھرنے کا خدشہ وخطرہ ہے؛ ورنہ پھر اِن علما کے وجود کا چراغ روشن کرنے کا مطلب ہی کیا رہ جاتا ہے، اگر اِن کی گفتار وکردار سے عالم اِسلام کا بول بالا اور عالم کفر کا منہ کالا نہ ہو!۔

تعزیہ، عزا، خصوصاً ماتم حسین کی تاریخ کا گہرائی سے جائزہ لینے کے بعد پتا چلا اور اس پر سنی وشیعہ مورخین ومصنّفین باہم متفق ہیں کہ واقعہ کربلا کے کوئی تین سو سال (تین صدی) بعد سلطنت عباسیہ کے عہد ضعف وطوائف الملوکی میں بنی بُویہ کے ایک بدنامِ زمانہ، ایرانی النسل، بااَثر شیعی وزیر معزالدولہ نے اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے ۳۵۲ھ میں اس کی ایجاد کی۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں: البدایہ والنہایہ: ۱۱/۲۲۳...... الکامل ابن اثیر: ۲/۱۹۷)

اس سے قبل نہ کسی اسلامی ملک میں اس کا وجود تھا، اور نہ حضرت امام حسین کے قریبی عزیزوں اور اہل خاندان نے - جو اس واقعے کی حقیقت ونوعیت سے بہ نسبت غیروں کے زیادہ واقف، اور اس کے چشم دید گواہ تھے - غم حسین میں کچھ اِیجاد کیا، نہ مدینہ ومکہ میں کبھی یہ غیر اسلامی رسم اَدا کی گئی، اور نہ ملک عرب کے باشندوں نے کبھی تعزیہ وماتم کا اِہتمام کیا۔ ماتم حسین یا مروّجہ تعزیہ، یہ کسی قریشی، ہاشمی، علوی، حسینی یا کسی عربی النسل صحیح العقیدہ سنی کی ایجاد نہیں ہے!۔

پھر معزالدولہ نے واقعہ شہادتِ امام حسین کی آڑ میں عاشورۂ محرم جیسے مقدس دن میں بہت سی خرافات و بدعات کو اس شاطرانہ وساحرانہ انداز میں رواج دیا کہ اہل تشیع تو ایک طرف رہے، بہت سے سنی صحیح العقیدہ مسلمان بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر اس کے دامِ ہم رنگ زمیں کے اس بری طرح شکار ہوئے کہ آج تک صورت حال نہیں بدلی اور معاملہ ٹھیک اپنی جگہ برقرار ہے کہ ع :

'الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں'

ہندستان میں تعزیہ داری کا آغاز کیسے ہوا؟

اس سلسلے میں کئی روایات پیش کی جاتی ہیں،بعضوں کا کہنا ہے کہ ہندستان میں تعزیہ کا آغاز امیر تیمور لنگ کے ہاتھوں سے ہوا؛ کیوں کہ فتح ہند کے بعد اس نے عشرۂ محرم میں تعزیہ داری شروع کرائی تھی؛ مگر یہ بات تاریخی وجغرافیائی اعتبار سے درست معلوم نہیں ہوتی؛ کیوں کہ امیر تیمور عشرۂ محرم کے بعد ہندستان کی سرحد میں داخل ہوا۔ ۶/ ربیع الاوّل ۸۰۰ھ میں دہلی آیا اور ۲۲ ربیع الاوّل کو یہاں سے کوچ کر کے ۲۹/ جمادی الثانی کو سرحد ہند سے باہر چلا گیا تھا۔ (رسوماتِ محرم اور تعزیہ داری:۵۱)

جب کہ بعض حالات شناسوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ہندستان میں تعزیہ داری کا آغاز کچھ یوں ہوا کہ اَودھ کے اندر شیعی سلطنت عرصۂ دراز تک قائم رہی۔تو الناس علیٰ دین ملوکھم کے تحت سنیوں کے تمدن و معاشرت کو اہل تشیع کے اَفکار و نظریات نے بری طرح متأثر کیا، اور دبی چالوں شیعیت کے اَجزا سنیوں کے مراسم میں سرایت کرتے رہے، حتیٰ کہ ایک دن وہ بھی آیا کہ سنی' تعزیہ داری کو اس دھوم دھام سے منانے لگے کہ آج اسے دیکھ کر شیعہ بھی ورطۂ حیرت میں آئے بغیر نہیں رہ پاتے۔

اسی لیے 'مجاہد اعظم' کے شیعہ مؤلف کو یہ لکھنا پڑا کہ 'تعزیہ جس طرح ہندستان میں

ہوتے ہیں کہیں بھی نہیں ہوتے، یہاں تک کہ ایران میں جو شیعوں کا خاص گھر ہے وہاں بھی اس کا رواج نہیں'۔ (مجاہد اعظم، ص:۳۴۳)

مگر شیعہ مولف کی یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی؛ کیوں کہ شیعہ حکومت اِیران تعزیہ کا سب سے بڑا پروموٹر ہے۔ چنانچہ آن لائن ویکی پیڈیا آزاد دائرۃ المعارف میں لکھا ہے کہ ایران میں دولت صفویہ کے عہد یعنی سولہویں صدی کے شروع سے تعزیہ داری کا رواج پڑ گیا۔ اور پھر رفتہ رفتہ برصغیر پاکستان و ہندستان میں بھی تعزیہ داری ہونے لگی۔

ہندستان میں تعزیہ داری کے آغاز کے سلسلے میں یہ دوسری وجہ زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے؛ کیوں کہ اہل تشیع نوابانِ اودھ نے تعزیہ داروں کو اس قدر مراعات وعطیات دے رکھی تھیں، اور اس دریا دلی سے وظائف اور جاگیریں بانٹ رہے تھے کہ ہر شخص بڑھ چڑھ کر تعزیہ داری کے فروغ میں حصہ لینے لگا۔ اس طرح دیکھتے دیکھتے ہر ہر گاؤں، محلّہ بلکہ ہر دس بیس گھر کے سامنے ایک اِمام چوک نظر آنے لگا۔

یوں بھی کوئی دستور جب پرانا ہوجاتا ہے تو عوام کالانعام اسے اپنے مذہب واِعتقاد کا جز سمجھنے لگتے ہیں۔ کچھ یہی معاملہ وسلوک' تعزیہ کے ساتھ بھی ہوا کہ اسے بعض مسلم طبقے میں مذہبی علامت کے طور پر سمجھا جانے لگا۔ مستزاد یہ کہ آج تعزیہ داری کی محبت وعقیدت بعض لوگوں کے رگ وریشے میں یوں سرایت کرگئی ہے کہ اس کے خلاف آواز اُٹھانے کو-نعوذ باللہ- وہ اِسلام دشمنی سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض تو باغیانِ حسین میں داخل کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ حالات کا تجزیہ بتاتا ہے کہ جن آبادیوں میں صحیح مذہبی تعلیم نہیں پھیلی اور لوگ سنت وشریعت کے حقیقی شعور سے نابلد ہیں وہاں قدرتاً یہ چیز کچھ زیادہ ہی سختی سے پھیلی ہوئی ہے۔

تَعْزِیَۃٌ دراصل عربی لفظ ہے (اُردو میں اِسے تعزیت اِستعمال کیا جاتا ہے) جس

کے معنی ہیں صبر کی تلقین اور اظہارِ ہمدردی کرنا جو کسی کے قریبی عزیز کے مرنے پر اس کے ورثا سے کی جاتی ہے۔ اور تعزیہ داری کا معنی یہ ہے کہ دنیاوی لذتوں اور زینتوں کو ترک کرنا، اور غم والَم کی صورت بیٹھنا جس طرح کہ وہ عورتیں جن کے شوہر مرجاتے ہیں سوگ میں بیٹھتی ہیں۔ مردوں کے لیے تو اس قسم کا سوگ بالکل ہی غلط اور غیر ثابت ہے۔ ہاں! صرف عورتوں کے لیے دو موقع پر ثابت ہے۔ ایک یہ کہ اس کا شوہر مرجائے تو چار مہینے دس دن، اور اگر شوہر کے علاوہ کوئی اور رشتے دار مرجائے تو صرف تین دن سوگ ہے، اس سے زیادہ کی شرعاً قطعاً اجازت نہیں۔

علماے کرام کے فتوؤں اور احکامِ شریعت سے واضح ہے کہ کسی کے مرنے پر تین دن کا سوگ اور تین دن تک تعزیت کرنا جائز ہے، جس میں نہ رونا پیٹنا ہے، نہ چیخنا چلانا، نہ کپڑے پھاڑنا ہے، نہ گریبان چاک کرنا، نہ بال نوچنا ہے، نہ سینہ کوٹنا، نہ زانو ورخساروں پر ہاتھ مارنا ہے اور نہ اجتماع سے جزع وفزع کرنا۔ کیوں کہ یہ ساری باتیں از روے شرع ناجائز وحرام ہیں۔

تعزیہ کے اصل معنی تو وہی ہیں جو اوپر بیان ہوئے، لیکن عرفِ عام میں تعزیہ سے مراد وہ تابوت ہوتا ہے جو محرم میں شیعہ اور بعض شیعہ نما سنی تربت حسین کی نقل میں قبرنما، گنبد نما یا مینار نما بناتے ہیں۔ اور اہل عراق تعزیہ کو 'شبیہ' کہتے ہیں؛ کیوں کہ وہ لوگ حادثۂ کربلا کی نقل پیش کرتے ہیں۔ یہ تعزیے حسب حیثیت سونے، چاندی، لکڑی، ٹین، اور گھاس کے مواد سے تیار ہوتے ہیں۔ اور پھر تعزیہ دار حضرات اسے لے کر گلی کوچوں میں دندناتے پھرتے ہیں۔ تعزیہ کے جلوسوں میں میلے ٹھیلے نیز ڈھول تاشے کا اِنتظام، مرد وعورت کا مخلوط اژدہام، اور ہاتھ وکان کے گناہوں کا بھرپور اہتمام ہوتا ہے، جو بجائے خود شریعت کی رو سے ناجائز وحرام ہیں۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی کتاب 'اعالی الافادہ فی تعزیۃ الہند وبیان الشہادۃ' میں بھی اس کی تفصیلات موجود ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مروّجہ تعزیہ اور ماتم و نوحہ کے خلاف ہر دور کے علمائے ربانیین نے پُر زور آواز اُٹھائی ہے، اپنی تقریر و تحریر سے اس رسم بد کا قلع قمع کرنے کی بھرپور سعی کی ہے، اور اس کے ناجائز و حرام ہونے پر قریباً ہر دور کے جید مفتیانِ کرام نے تفصیلی فتاوے درج کیے ہیں، جن میں حجۃ الاسلام امام غزالی، علامہ ابن حجر مکی، شیخ مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ عبدالعزیز دہلوی، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا محدث بریلوی، اور مولانا عبدالحئ فرنگی محلّی وغیرہ بطورِ خاص قابل ذکر ہیں۔

اکابر و مشاہیر اہل سنت میں شاید ہی کوئی ایسا ملے جس نے مروّجہ تعزیہ کی موافقت کی ہو، اور اسے شوکت اِسلام و مسلمین کا ذریعہ قرار دیا ہو، یہ محض تعزیہ دار باباؤں کا فریب ہوسکتا ہے جسے وہ بلاسند اکابر اہل سنت کے ناموں کے ساتھ جڑتے رہتے ہیں کہ مثلاً فلاں بزرگ یا عالم صاحب نے تعزیہ کی حمایت میں یوں لکھا یا کہا ہے، پھر جب اس کی دلیل طلب کی جاتی ہے تو بغلیں جھانکنے لگتے ہیں۔ ہاں! اگر کسی دنیا دار یا وظیفہ خور مولوی نے تعزیہ کی حمایت میں کچھ لکھ مارا ہو تو اس کی حیثیت عندالشرع والعلماء تارِ عنکبوت سے زیادہ نہیں ہوسکتی!۔

موقع کی مناسبت سے غیر مناسب نہ ہوگا اگر تعزیہ کے عدم جواز پر مشاہیرِ اسلام کی آرا و فتاوی کی ایک جھلک یہاں پیش کردی جائے۔

شیخ طریقت مرشد بے بدل شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی:

تعزیہ بنانا ناجائز ہے اور بنانے والا اس کا فاسق ہے۔ (کمالاتِ رحمانی: ۱۴۷، بحوالہ رسومات محرم اور تعزیہ داری: ۹)

اسی میں یہ بھی درج ہے کہ آپ نے مسجد میں عبادتِ خدا کا عزم کیا تو مسجد کے بغل میں تعزیہ بھی رہتا تھا۔ آپ نے جوشِ شریعت میں آکر آگ

لگا دی۔ (صفحہ: ۲۳)

نیز تعزیہ داروں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ فاسق وجہنمی ہیں۔ (نفس مصدر: ۳۶)

ابن شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی:

عشرۂ محرم میں تعزیہ داری اور ضریح وتصویر وغیرہ بنانا جائز نہیں؛ اس لیے کہ تعزیہ داری سے مراد یہ ہے کہ زینت اور لذتوں کو ترک کیا جائے اور صورت رنجیدہ وغمگین بنائی جائے یعنی سوگوار عورتوں کی طرح پیٹا جائے۔ مرد کے لیے ایسی کوئی صورت شریعت سے کہیں ثابت نہیں ہوتی اور تعزیہ داری جیسی کہ بدعت کرنے والوں نے نکال رکھی ہے اسی طرح ضریح، تصویر، قبور اور علم وغیرہ سب بدعت ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ اس قسم کی بدعت نہیں جس کا مواخذہ نہ ہو بلکہ بدعت سیئہ ہے اور بدعت سیئہ کی بابت حدیث میں وارد ہے کہ دین میں نئی بات نکالنا بدترین عمل ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مسلم شریف) اور جو شخص ایسی بدعت نکالتا ہے اس کی بابت یہ حکم ہے کہ یہ بدعت اسے لعنت خداوندی میں گرفتار رکھتی ہے اور اس کی عبادت خواہ فرض ہو یا نفل، مقبول نہیں ہوتی!۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :

'یہ تمام چیزیں یعنی تابوت وتعزیہ کی زیارت کرنا، اس پر فاتحہ پڑھنا اور مرثیہ کہنا اور پڑھنا یا سننا اور فریاد ونوحہ اور سینہ کوبی و ماتم ناجائز ہیں۔ کتاب السراج میں خطیب سے حدیث منقول ہے کہ فرضی مزار اور فرضی تابوت کی زیارت کرنے والوں پر خدا کی لعنت......فریاد ونوحہ وسینہ کوبی وغیرہ سب

حرام ہے‘۔(رسالہ محرم:۵۵و۵۷)

ابوالحسنات مولانا عبدالحئ فرنگی محلّی (لکھنؤ)

سوال: تعزیہ بنانا، علم رکھنا، سینہ کوبی کرنا، مالیدہ وشربت تعزیہ کے سامنے رکھنا، عاشورہ کے دن تعزیہ کے ساتھ ننگے سر جانا، تعزیہ دفن کرنے کے بعد تیسرے روز مردہ کے سوم کی طرح سوم کرنا، اوراس میں اول قرآن خوانی کرنا، پھر مرثیہ پڑھنا اورالا یچی دانے تقسیم کرنا یہ اُمور واجب ہیں، یا سنت، یا بدعت ہیں یا حرام وممنوع اورانکار کرنے والا کیسا ہے؟

جواب: یہ سب اُمور بدعت اور ممنوع ہیں اور مرتکب ان کا مبتدع اور فاسق ہے۔(رسالہ محرم:۶۴)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا محدث بریلوی

سوال: بنا بر شوکت ودبدبۂ اسلام تعزیہ بنانا اورنکالنا وعلم وبراق وغیرہ نکالنا جائز ہے یا نہیں۔(کچھ یہی سوال کئی اور علما وأساتذۂ بریلی وبدایوں سے ہوا تو ذیل میں صرف اُن کے جوابات پیش کیے جائیں گے)

جواب: علم ،تعزیہ، بیرق، مہندی جس طرح رائج ہیں بدعت ہیں، اور بدعت سے شوکت اسلام نہیں ہوتی۔تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعہ حاجت روائی سمجھنا جہالت پر جہالت ہے، اوراس سے منت ماننا اورحماقت۔اورنہ کرنے کا باعث نقصان خیال کرنا زنانہ وہم۔مسلمانوں کو ایسے حرکات وخیالات سے باز آجانا چاہیے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاویٰ رضویہ:۵۱۲)

نیز آپ کے تحریر کردہ مسائل پر مبنی کتاب ’عرفانِ شریعت‘ مرتبہ مولانا عرفان علی رضوی بیسلپوری جلداوّل، ص۱۵ پر لکھا ہے :

’تعزیہ داری جو آج طریقہ نامرضیہ کا نام ہے، قطعاً بدعت، ناجائز وحرام ہے۔تعزیہ آتا دیکھ کر اِعراض وروگردانی کریں اس کی طرف دیکھنا ہی نہ چاہیے‘۔(اِسلام اور تعزیہ داری:۲۰)

مفتی اعظم ہند مولانا مصطفٰے رضا نوری بریلوی

جواب: تعزیہ بنانا بدعت، اس سے شوکت ودبدبۂ اسلام نہیں ہوسکتا۔ یہ مال کا ضائع کرنا ہے، اس کے لیے سخت وعید آئی ہے۔مسلمانوں کو ان دونوں باتوں سے خدا محفوظ رکھے۔آمین۔واللہ اعلم

صدرالشریعہ مولانا حکیم محمد امجد علی گھوسوی

جواب: ان بدعات میں مال کا ضائع کرنا ہے۔مسلمانوں کو بچنا چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مولانا حبیب الرحمٰن قادری حنفی بدایونی

جواب: مطابق تحقیق محققین اہل سنت تعزیہ،علم، بیرق بنانا ونکالنا درست نہیں۔علماے صالحین معتبرین نے اس کو ہمیشہ سے ناپسند رکھا ہے، بالخصوص اس کا دفن کردینا کہ یہ اِسرافِ مال ہے، کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا۔ناجائز فعل سے اگر شوکت اسلام قصد کی جائے، جب بھی وہ فعل جائز نہ ہوگا۔ماتم کا محض نام ہے، ورنہ درحقیقت لہو ولعب اور کھیل کود وتماشہ ہے۔

مولانا عبدالقادر محبّ رسول بن مولانا فضل رسول بدایونی

لکڑی اور کاغذ وغیرہ سے تعزیہ تیار کیا جاتا ہے اور اس کو امام ہمام

(حسین) کا روضہ قرار دے کر بازار اور گلی کوچوں میں گشت کرایا جاتا ہے اور جنگل میں لے جا کر اس کو دفن کر دیا جاتا ہے، دراصل اتنا ہی تعزیہ داری کی حقیقت و ماہیت ہے، باقی اس میں دوسری چیزیں مثلاً تصاویر وغیرہ اس کے زوائد وعوارض ہیں، اس سے قطع نظر کہ ان زوائد وعوارض سے گناہِ صغیرہ وکبیرہ لازم آرہے ہیں صرف تعزیہ داری اور اس کو کارِ ثواب سمجھنا بھی قواعد شرعیہ اور ضوابط دینیہ سے واضح مخالفت رکھتا ہے۔ نیز ایک من گھڑت چیز کو امام حسین کی طرف منسوب کر کے اپنے وہم وگمان میں یہ سمجھ لینا کہ یہ بعینہٖ وہی چیز ہے اور اس سے برکت حاصل کرنا یہ شریعت سے موافقت نہیں رکھتا۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے گھر کو خانۂ کعبہ قرار دے یا اس کو حضور ﷺ کا روضہ مقدسہ قرار دے یا کوئی کنواں کھود کر اس کو کوثر وزمزم کہے وغیرہ، پس کسی چیز کو ایسے ہی زبان سے کچھ قرار دے کر اس کی تعظیم کرنا یہ اپنے وہم وگمان کی پیروی ہے بلکہ اپنی جانب سے شریعت ایجاد کرنا ہے۔ (ردّ روافض: ۳۷ تا ۳۸)

مولانا سید دیانت حسین مدرسہ شمس العلوم بدایوں

عشرۂ محرم الحرام میں جو اُمور مروّجہ فی زماننا ہیں وہ خلافِ کتاب الٰہی وسنت حضرت رسالت پناہی ہیں۔ نیز ائمہ دین وعلماے معتبرین میں سلف سے خلف تک کوئی ان امور کا قائل نہیں ہوا، پس جملہ اہل اسلام پر لازم وواجب ہے کہ ایسے اُمور کے ارتکاب سے اِحتراز کریں، ورنہ ثواب کے بدلے سخت گناہ وعقاب کے مستحق ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

تعزیہ وتعزیہ داری کی حرمت کے تعلق سے یہ مشتے نمونہ ازخروارے چند مشاہیر علماو

مشایخ اہل سنت کے فتاویٰ و آرا کی کچھ جھلکیاں تھیں۔اس اختصاریے میں اس سے زیادہ کی گنجایش بھی نہیں۔

کچھ اس کتاب کی بابت: پھر کتاب کے اندر خطیب اعظم ہند، حضرت علامہ سید محمد ہاشمی میاں قبلہ نے خود ہی بہت ہی تفصیل کے ساتھ اس بحث کو دو دونی چار کے انداز میں بالکل واضح کر کے سمجھا دیا ہے، اور تعزیہ داری کی حقیقت کو بالکل بے غبار کر کے رکھ دیا، اگر اس کے باوجود بھی کسی مسلمان کو سمجھ نہ آئے یا کسی کی سمجھ ہی اگر ناسمجھ بن جائے تو پھر اس کا تو کوئی مداوا نہیں۔اور توفیق ہدایت عطا کرنے والی صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہے۔

علامہ ہاشمی نے کتاب کے کئی اَبواب کر کے رسوماتِ تعزیہ داری اور مرثیہ و ماتم وغیرہ کی شرعی حیثیت کو بھی بڑے نپے تلے انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ کتاب کوئی نصف صدی کے بعد حضرت علامہ مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری دامت فیوضہم کی تحریک وایما پر اور ان کی نظرِ ثانی کے بعد دوبارہ مرحلہ طباعت سے گزاری جارہی ہے۔

یہاں ذہن میں یہ سوال بھی اُٹھ سکتا ہے کہ مروّجہ تعزیہ داری ہزار مخالفتوں کے باوجود رکنے کا نام نہیں لے رہی، بلکہ سال بہ سال اس کے اہتمامات میں اِضافہ ہی ہوتا چلا جارہا ہے۔آخر ایسا کیوں ہے؟ تو اس کے اِنسداد کی ایک سبیل فقیر کے ذہن میں یہ آئی کہ اصلاحِ معاشرہ کے لیے منفی طریقے کی بجائے اَب مثبت انداز اپنایا جائے اور ماتم وتعزیہ کی روک تھام پر انیرجی ضائع کرنے کی بجائے امام ہمام سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی تعلیمات وہدایات کو عام سے عام تر کیا جائے؛ کیوں کہ جب علم ویقین کی روشنی کا شانۂ دل میں گھر کر جائے گی تو جہالت کے اندھیرے آپ بستر اُٹھالیں گے؛ کیوں کہ باطل کے حق میں مٹ جانا لکھ دیا گیا ہے۔ چنانچہ اسی ناگزیر ضرورت کی تکمیل کی غرض سے فقیر قادری نے تعلیمات ومرویات امام حسین پر مشتمل اس موضوع پر اَوّلین 'اربعین امام

حسینؑ کا ایک مجموعہ مرتب کرنے کی سعادت پائی، جس نے بحمد اللہ خواص وعوام میں کافی مقبولیت حاصل کی۔

اس نوشتے سے ہمارا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ عوام الناس جو غیر شعوری طور پر ایک غیر اسلامی رسم کے ہتھے چڑھ گئے ہیں، اس سے انھیں خلاصی جان ملے، اور سچی اسلامی تعلیمات کے زیور سے آراستہ ہونا انھیں نصیب ہو۔ معاشرے میں بہت سی مذہب مخالف رسومات پنپتی جارہی ہیں، اور ذمہ دارانِ قوم وملت کی طرف سے اُن پر کوئی موثر اورٹھوس اقدام نہ کرنے کی وجہ سے انھیں تقویت ملتی ہے اور پھر آگے چل کر وہ گلے کی ہڈی بن جاتی ہیں؛ اس لیے علما و مبلغین کے فرایض اس پرفتن دور میں بہت بڑھ گئے ہیں، انھیں اپنی ذمہ داریوں سے آبرومندانہ طریقے پر عہدہ برآ ہونے کی سعی بلیغ کرنی چاہیے، کہ بازارِ قیامت میں ہر راعی سے اس کی رعایا کی بابت باز پرس ہوگی۔

اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے؛ مگر ہدایت کے لیے کبھی دوسطریں ہی کافی ہوجاتی ہیں اور کبھی دفتر کے دفتر ناکافی۔ دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں حرمت وعظمت والے مہینے محرم کو اعمالِ صالحہ اور خیرات وحسنات سے آباد کرنے، نیز اس میں جہالت وجاہلیت کے ہر کام سے خود بچنے اور لوگوں کو بچانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ ہمیں اپنی منصبی واَخلاقی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق بخشے۔ اور مسلم اُمہ کو ایسے کام انجام دینے کی ہمت وجرأت دے جو اس کے دارین کو تابندگی عطا کردیں۔ وما ذالك عليك بعزيز يارب . ولاحول ولا قوة إلا بك۔ وصلى الله وسلم وبارك علىٰ خير خلقه محمد وعلىٰ آله وصحبه أجمين .

خادمُ العلم والعلماء

محمد افروز قادری چریاکوٹی

۱۰؍محرم الحرام ۱۴۴۴ھ۔ مطابق ۱۱؍اگست ۲۰۲۲ء

۹۲/۱۹۶۸ء

اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقاً

بعض لوگوں کا یہ پروپیگنڈہ کہ 'ہاشمی سے اس کے گھر والے خفا ہیں وہ نہیں چاہتے کہ تشیع کو دنیائے ہستی سے مٹا دیا جائے'۔ یہ باطل پروپیگنڈہ اپنی موت آپ مرجائے گا جب آپ میرے برادرِ معظم (شیخ الاسلام) مولانا سید **محمد مدنی** میاں مدظلہ کے مکتوبِ گرامی کو پڑھیں گے جو انھوں نے میری اَسیری کے دوران والدۂ ماجدہ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ **سید محمد ہاشمی**

مخدومہ محترمہ والدہ ماجدہ ...... تسلیمات

میں بخیر و عافیت رہ کر سب کی خیریت و عافیت کا نیک خواہاں ہوں۔ آپ کا وہ گرامی نامہ میری نظروں سے گزرا جو آپ نے حضرت ماموں جان صاحب قبلہ کے نام سورت کے پتے پر روانہ کیا ہے۔ جہاں اس سے یہ معلوم ہوا کہ عربی سلمہ کی تاریخ ۱۲ر رجب متعین ہو چکی ہے، وہیں یہ خبر بھی ملی کہ ہاشمی سلمہ کو اس کشاکش کے نتیجے میں جو اس کی لکھی ہوئی کتاب نے شیعہ و سنی کے مابین ظاہر کر دی ہے، جیل میں ڈال دیا گیا ہے۔

اب میں یہ نہیں عرض کرسکتا کہ جب تک آپ کو میرا یہ خط ملے اس وقت تک صورت حال کیا ہو۔ ہاشمی کو جیل میں کیوں ڈالا گیا؟ اس سوال کا مختصر جواب یہی ہوسکتا ہے کہ اس نے شیعوں کے رد میں ایک کتاب لکھی۔ نیز شیعوں کے رد میں ایک 'بقول مولانا شمس الحق صاحب' لاجواب تقریر کی۔ الحاصل حق کو واضح اور باطل کو مردود کر دینے کی سزا موجودہ وقت نے جیل تجویز کر دی ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کے ذہن میں ہاشمی سلمہ کا جیل جانا خاندان کی رسوائی کے مترادف ہو؛ لیکن یقین کیجیے میں اس کو خاندان کی سرفرازی و سربلندی تصور کرتا ہوں۔

چوری، ڈکیتی وغیرہ کر کے جیل جاتا تو رسوائی ضروری ہوتی؛ لیکن حق کی حمایت میں جیل جانا رسوائی نہیں بلکہ سرخ روئی ہے۔ اور میں اس کو بلندی کیوں نہ کہوں جب کہ یہی ہمارے

بزرگوں کی سنت نظر آ رہی ہے۔ حضرت زین العابدین جیسی جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہستی کے ہاتھ کی ہتھکڑیاں اور پیر کی بیڑیاں آج بھی ہمیں یہ بتا رہی ہیں کہ یہ ہتھکڑی اور بیڑی وجہِ رسوائی نہیں بلکہ باعث سرفرازی ہے۔ حق کے لیے کیا کچھ قربانی کرنا پڑتا ہے، امام اعظم اور امام احمد بن حنبل سے جا کر پوچھے کوئی۔ علماے اسلام کی گراں قدر جماعت سے دریافت کرے، کربلا کی شدید ترین منزل نے کیا یہ سبق نہیں دیا کہ حق کے لیے گردن کٹا کر بھی انسان سرفراز رہتا ہے!۔

یہ اِشارے میں نے صرف اس لیے کر دیے ہیں تا کہ آپ سمجھ لیں کہ ہاشمی سلمہ کا اس چھوٹی سی عمر میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی پاداش میں جیل جانا ہمارے خاندان کی ایک بے مثال تاریخ کی حیثیت رکھتا ہے۔ میری نزدیک یہ چیز پورے خاندان کے لیے سرمایۂ افتخار ہے۔ یہ تصورات ہیں جن کی بنا پر ہاشمی میاں سلمہ کے جیل جانے سے ذرہ برابر بھی مضطرب و بے چین نہیں ہوں، بلکہ یہ اس کے بڑے بھائی ہونے کی حیثیت سے میرے لیے بھی باعث فخر ہے۔ اُمید ہے آپ بھی اس مسئلے پر اسی نقطہ نظر سے غور کریں گی، پھر آپ خود ہی محسوس کریں گی کہ ہاشمی سلمہ کا جیل جانا اضطراب و بے چینی کی بجائے سکون واطمینان کی دولت سے مالا مال کرتا ہے۔

ہاشمی کی کتاب کو میں نے دیکھا ہے اور غور سے پڑھا ہے، اگر اس میں کوئی دل آزار جملہ ہے تو اس کی دل آزاری اس دل آزاری سے ہرگز نہیں بڑی ہے جو خلفاے راشدین کے باب میں شیعوں کی تقریر وتحریر سے ظاہر ہے، ویسے بھی ہمیں مرتدین کی دل آزاری سے بچنے کی ضرورت کیا ہے! جب کہ حدیث شریف نے انھیں 'جہنم کا کتا' کہا ہے۔ آپ خوش ہوں اور ہم سب کے لیے دعاے خیر کریں کہ خدا تعالیٰ ہم کو زندہ رکھے تو حق کی حمایت کے لیے اور مارے تو حق کی حمایت میں ۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ☆ تا نہ بخشد خداے بخشندہ

عربی سلمہ کی شادی کے انتظامات میں پورے اطمینان قلبی کے ساتھ حصہ لیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ۲۴، ۲۵ر اکتوبر تک میں مکان آ جاؤں گا۔

فقط والسلام ، محتاجِ دعا

سید محمد مدنی اشرفی غفرلہ۔ از: سورت

الحمد لولیه والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله وعلیٰ خلفائه وأزواجه وأصحابه وعترته، ولعنة اللّٰه علیٰ منکر خلافة خلفائه وطهارة أزواجه وفضائل أصحابه ومناقب عترته. آمین

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن ☆ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

کون نہیں جانتا کہ کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاے کرام کا نورانی سلسلہ اس لیے جاری کیا گیا تھا کہ کفر کے گھٹا ٹوپ بادل اور شرک کی کڑکتی ہوئی بجلیاں ختم ہو جائیں اور ایک ایسے سکوں ریز چمن کو جنم دیا جائے جہاں نبوت کی شاخوں سے توحید کے ترانے پھوٹیں، جو اپنے اندر ایسی دنیا رکھتا ہو کہ ہر دنیا کو بھلا دے اور رشتہ حیات کو خدا سے جوڑ دے اور فرزندانِ توحید کی قطار میں لا کے کھڑا کر دے، انھیں مقاصد کے پیش نظر انبیاے کرام مبعوث کیے گئے اور وہ میخانۂ اسلام بناتے گئے جہاں توحید کے جام ڈھلتے تھے۔ ارشادِ ربانی ہے :

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآءِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ . (سورۂ بقرہ:۱۳۳/۲)

بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے ابا ابراہیم واسماعیل واسحٰق کا، ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔

لیکن جس طرح روشنی کے ساتھ اندھیرا، وصل کے بالمقابل فراق ہے، ٹھیک اسی طرح نیکی کے بالمقابل بدی، ایمان کے بالمقابل کفر والحاد اور حق کے بالمقابل باطل ہے۔ جہاں اَنْعَمَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ کی نورانی اور نیک جماعت گم کردہ راہ انسان کو جادۂ حق واعتدال کی طرف بلاتی ہے وہاں دوسری طرف باغیانِ اسلام

اور بد باطن لوگوں کی بھی ایک جماعت ہے جو جماعت انبیا و اولیا اور صالحین کی نہ صرف مخالفت کرتی ہے بلکہ وہ جاہ وحشمت کو برقرار رکھنے کے لیے اور حقانیت کے نور کو اپنے لیے باعث نقصان تصور کرتے ہوئے اسی نورانی جماعت کے اکابر کو حسب منشا تہ تیغ بھی کرتی رہی، اور ان حضرات برگزیدہ کو ہر اس بات سے روکا جس سے شرک، کفر، بدعت اور عیش پرستی کو ٹھیس پہنچتی رہی ہو۔ خالق کائنات نے اس جماعت کا تعارف اس انداز میں کرایا ہے :

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ (سورۂ بقرہ: ۲/ ۹۱، ۹۲)

تم فرماؤ کہ پہلے اگلے انبیا کو تم نے کیوں شہید کیا؟ اگر تمھیں اپنی کتاب پر ایمان تھا، اور بے شک تمھارے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر تشریف لائے، پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو معبود بنایا اور تم ظالم تھے۔

یہی وہ جماعت ہے جو از آدم تا این دم صداقت، عدالت، سخاوت، اور سیاست سے برسر پیکار رہی، اس کی چیرہ دستیاں اتنی بڑھ گئیں کہ یہ انبیا اور صالحین کے خون سے ہولی کھیلتی رہی۔ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہی جماعت آپ کی مخالفت میں پیش پیش رہی۔ اسی جماعت نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد اصحابِ رسول میں پھوٹ ڈالنے کی ناپاک کوشش کی۔

اسی جماعت کے ایک فرد نے افضل البشر بعد الانبیاء والصدیق امیر المومنین سیدنا امام حضور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ یہی وہ جماعت ہے جس نے کعبۃ اللہ کے حج کے بہانے مدینۃ الرسول کو عثمانی خون سے دلہن بنادیا۔ اسی فرقے نے سیدنا امام حضور حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی حمایت کا دعویٰ کیا اور بے وفائی کی بنیاد ڈالی۔ حضرت کو مدینۃ الرسول چھوڑنے پر مجبور کیا اور کوفہ میں لے جا کر شہید کر ڈالا۔

اسی جماعت نے حضرت امام حسن کی بے حرمتی کی اور زہر دے کر اَبدی نیند سلا دی۔
اسی فرقے نے نواسہ رسول اطہر، جگر گوشہ خاتونِ جنت اور قرارِ جانِ علی مرتضٰی اور دیگر اہل بیت علی کو اپنی نصرت کے بہانے مدینے سے بلا کر کربلا کی سیج سجائی، جہاں پھولوں کی جگہ کانٹے تھے، سکون واطمینان کی بجائے کرب و بے چینی تھی، شدائد اور مظالم نے گھٹنے ٹیک دیے؛ مگر اس طرح کہ ان شہزادۂ خانوادۂ مصطفویہ کو وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ کا مصداق بنا کر اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کی صف میں لا کے کھڑا کر دیا اور خود کو غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں شامل کر لیا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ خون میدانِ حشر میں رنگ لائے گا۔ اس لیے کہ ع:

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

یہیں تک نہیں بلکہ ننگہ نازِ مصطفٰے کے اِشاروں پر مٹنے والے حوصلہ مند مریدان، شمع رسالت کے پروانے جنھیں قرآن نے صدیقین، شہدا اور صالحین جیسے بہترین لقب سے یاد کیا، ان غلامانِ مصطفٰے کا قلع قمع اسی گروہ نے کیا۔ سلطان الاولیاء حضور غوث الاعظم کے سکوں ریز چمن یعنی بغداد کی مقدس ومتبرک سرزمین کو تباہ و برباد کرنے کے لیے اس کے اسلامی ماحول کو ختم کر کے الحاد وعیش پرستی کو تقویت پہنچانے کے لیے ہلاکو کو اس پر حملہ کرنے کی دعوت اسی گروہ نے دی۔

پھر اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اسلام کی مقدس اور بلند پایہ تعلیمات اور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات میں کچھ اس قسم کے پیچیدہ مسائل پیدا کر دیے جن سے حقائق اسلام کو سخت زخم اور اُخوت کو غیر معمولی ٹھیس پہنچی اور وہ ہمیشہ کے لیے **شیعہ سنی** منافرت کا سدا بہار گلشن بن گیا۔ قرآن پاک کو بازیچہ عثمان یا صحیفہ عثمانی قرار دے کر تحریف شدہ نامکمل اور ناقص ثابت کر کے دین ویقین کو بدلنے کی ناپاک کوشش کی۔ تعمیر کی بجائے تخریب کو اپنایا، توحید کی جگہ کفر وشرک اور بدعت کو گلے سے لگایا، حب رسول واہل بیت کا

سہارا لے کر اکثر ائمہ واصحاب کا مذاق اُڑایا، محبت علی مرتضٰی کی ٹٹی لگا کر یہودیت اور زرتشتیت کی تبلیغ شروع کردی۔

یہ اعجازِ اسلام نہیں تو پھر اور کیا ہے کہ اس نے ایک ایرانی شیعہ سے کہلوا دیا :

دین ایرانیان قدیم کہ دین زرتشی بود یکے از سادہ ترین وطبعی ترین مذہب است، فلسفہ ایں دین آں قدر روشن وسادہ بودہ است کہ بہ عقیدہ گروہے از علما وفلاسفہ روزے خواہد آمد کہ ایں دین از طرف ہمہ منتہاے دنیا قبول خواہد شد۔ اَساسِ ایں دین چنین است کہ خداوند (آہورامزدا) دوعنصر آفریدہ کہ یکے عنصر نیکی وروشنائی است ویزداں نام دارد ودیگرے عنصر بدی است کہ اہرمن نام دارد۔ یزداں داہرمن باہم درزد وخورد ہستند ودرانجام کار یزداں فیروز شدروے زمین را با نیکی وپاکی وروشنائی پرخواہد کرد، چناں کہ بعقیدہ ما شیعان امام دوزدہم مہدی صاحب الزمان ظہور کردہ وہمیں کار وانجام خواہد او بدیں جہت است کردازیں دیں بہ آفتاب وآتش کہ بزرگ ترین منبع روشنائی ہستند اہمیت زیادہ دادہ شدہ است۔

یعنی قدیم ایرانیوں کا مذہب جو کہ زرتشت مذہب تھا بہت سادہ اور قدرتی مذہبوں میں سے ایک ہے اس دین کا فلسفہ اتنا روشن اور سادہ رہا ہے کہ علماے اہل فلسفہ کے ایک گروہ کا عقیدہ ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ دنیا کی تمام قوتیں اس مذہب کو قبول کرلیں گی۔ اس مذہب کی بنیاد یہ ہے کہ خداوند آہورا امزدا نے دوعناصر پیدا کیے: ایک عنصر نیکی اور روشنی ہے اور اس کا نام یزداں ہے اور دوسرا عنصر بدی اور تاریکی ہے اس کا نام اہرمن ہے۔ یزداں اور اہرمن ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہیں۔ آخر کار یزداں جیت جائے گا اور نیکی اور پاکیزگی سے اس دنیا کو بھر دے گا؛ اس لیے ہم شیعوں کا عقیدہ ہے کہ امام دوازدہم مہدی صاحب الزمان ظہور کریں گے اور اس کام کو سرانجام دیں گے،

اسی وجہ سے اس مذہب میں سورج اور آگ کو جو کہ نور کا بڑا منبع ہے بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔

مزید فرماتے ہیں :

براستی ایں فلسفہ دین زرتشت آں قدر سادہ وآں قدر عالی وحقیقی است کہ اگر تمام افراد بشرازاں پیروی می کردند، زمین رشک بہشت بریں می شد۔
(از کتاب اثنا عشری شیعہ تجلی روح ایرانی: ۱۵،۱۴ بحوالہ توحید دوم: ۴۸، ۴۹)

سچ تو یہ ہے کہ زرتشت کے دین کا فلسفہ اتنا سادہ اور اتنا بلند وسچا ہے کہ اگر تمام انسان اس پر چلیں تو ہماری دنیا رشک بہشت بریں بن جائے۔

کیا ناظرین نے نہیں سمجھا کہ ظہور امام غائب بایں طور کہ غیبت کبریٰ کا دامن چاک کر کے بے پردہ ہو جائیں گے۔ دراصل اسلامی عقیدہ نہیں بلکہ مذہب زرتشت کا نظریہ ہے تو ظاہر ہے کہ امام غائب کے بارے میں ایسا فاسد اور بے اصل عقیدہ اسی کا ہوگا جس کا تعلق اسلام سے نہیں بلکہ زرتشت سے ہوگا۔ گویا اصولی طور پر شیعوں کا مذہبی تعلق اسلام سے نہیں بلکہ زرتشت سے ہے اور اسی لیے اس رازِ پنہاں صد ہزار حجابات کے باوجود صفحہ قرطاس پر یوں منتقل ہو ہی گیا۔

براستی ایں فلسفہ دین زرتشت آں قدر سادہ وآں قدر عالی وحقیقی است کہ اگر تمام افراد بشرازاں پیروی می کردند، زمین رشک بہشت بریں می شد۔

سچ تو یہ ہے کہ زرتشت کے دین کا فلسفہ اتنا سادہ اور اتنا بلند وسچا ہے کہ اگر تمام انسان اس پر چلیں تو ہماری دنیا رشک بہشت بریں بن جائے۔

غور فرمایئے! کیا اصول بدلنے کی کوشش نہیں کی گئی؟ کیا اسلام کو چھوڑنے اور مذہب زرتشت کو اپنانے کا مشورہ نہیں دیا گیا؟ کیا توحید باری کا مذاق نہیں اُڑایا گیا؟۔

میرا مدعا واضح ہو گیا کہ واقعی ان مغضوبین نے ہمیشہ اسلام کو دھچکا پہنچانے کی ناکام

کوشش کی ہے۔

کیا شیعیت مائل بہ یہودیت بھی ہے؟ آیئے اس کا بھی جواب کسی شیعہ قلم کار سے ہی حاصل کریں، چنانچہ ایک شیعہ مجتہد فاضل استرآبادی اپنی تصنیف 'منہج المقابل' میں لکھتے ہیں جس کا اُردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :

(بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا) وہ اسلام لایا اور علی کا محبّ بنا۔ وہ اپنے یہودیت کے زمانے میں یوشع وصی موسیٰ کی نسبت غلو کرتا تھا۔ پھر اسلام لانے کے بعد اور رسولِ خدا کی وفات کے بعد علی کے بارے میں ایسا خیال رکھتا تھا اور وہ پہلا شخص ہے جس نے فرضیت امامیت علی کا اعلان کیا اور ان کے اعدا سے تبرا کیا۔ علی کے مخالفین کو برا کہتا تھا اور ان کو کافر قرار دیتا تھا۔ (آفتابِ ہدایت: ۲۹۹ و توحید حصہ دوم: ۱۱)

اس سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں :

۱: عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔

۲: صرف محبّ علی مرتضیٰ بنا۔

۳: وہ جس طرح وصی موسیٰ کے ساتھ غلو کرتا تھا، بعینہٖ اس نے وہی حرکت حضرت علی کے ساتھ کی، گویا اس پر اسلام لانے کا کوئی اَثر مرتب نہیں ہوا۔ ورنہ عاداتِ قدیمہ کو چھوڑ کر اپنے آپ کو غلو سے باز رکھتا۔

۴: فرضیت امام علی خلفائے ثلاثہ، امہات المومنین اور دیگر اصحاب رسول پر تبرے بازی کی گرما گرمی اور ان بزرگ ہستیوں پر تکفیر کی ابتدا اسی یہودی کی ذات سے ہوئی۔ آپ سبھی حضرات جانتے ہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکمیل دین کے بعد پردہ فرمایا، اور تمام بنیادی عقائد کو مرتب فرمانے کے بعد آنکھیں بند کیں، اور فاضل استرآبادی فرماتے ہیں کہ :

'اور وہ پہلا شخص ہے جس نے فرضیتِ امامتِ علی کا اعلان کیا اور ان کے اعدا سے تبرا کیا۔علی کے مخالفین کو برا کہتا تھا اور ان کو کافر قرار دیتا تھا'۔

الحاصل! عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ فرضیت امامت علی کا اعلان ہوا، نہ تبرے بازی کی مجلسیں آراستہ وپیراستہ کی گئیں، اور نہ ہی وفادارانِ مصطفیٰ پر کفر کے گولے برسائے گئے بلکہ ان تمام خرافات کا موجد عبداللہ بن سبا یہودی کی اجتہادی کوششوں اور اسلام کو مٹانے کے لیے اسی کی ذہنی کوششوں کا نتیجہ عمل ہے۔

جب یہ بات طشت از بام ہوگئی کہ یہ دشمنانِ اسلام فی الواقع اسلام کو تخریب سے ہمکنار کرنے کے لیے ہی آئے دن پیچیدگیاں پیدا کرتے رہے ہیں تو **آیئے ذرا اس کا جائزہ لیں کہ محرم الحرام میں کتنی غیر شرع باتوں کو پیدا کر کے صورتِ اسلام کو مسخ کرنے کی نازیبا حرکت کی اور بنام حسین انھوں نے کتنا وقارِ حسین کو دھچکا پہنچایا؟**۔

شبیہ ذوالجناح

لغاتِ عربیہ کے مطالعہ سے یہ اَمر واضح ہوجاتا ہے کہ شبیہ کا ماخذ شبہ ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں :

الشبه والشبيه حقيقتها في المماثلة من جهة الكيفية كاللون والطعم وكالعدالة والظلم .

پس اس سے معلوم ہوا کہ مشتبہات، متشابہ اور شبیہ وغیرہ شبہ سے ماخوذ ہیں اور کسی چیز کا شبہ وہ ہے جو بلالحاظ کیفیت اس کی مانند ہو، نیز ارشادِ ربانی ہے جس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :

اور ان کا یہ کہنا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کردیا حالاں کہ نہ انھیں قتل کیا اور نہ صلیب ہی دی گئی بلکہ وہ شبہہ میں پڑ گئے۔ (سورۂ نساء:۴/۱۵۶)

اب آپ غور فرمائیں کہ اصل کو چھوڑ کر سایہ کو پکڑنا یا سانپ کے گزر جانے کے بعد لکیر پیٹنا کہاں کی دانش مندی ہے!۔ اسی شبیہ کے چکر میں پڑ کر ہر شیعہ چکر کھا رہا ہے۔ لیکن چشم مومن سے خون کے آنسو اس وقت ٹپکنے لگتے ہیں جب اسی چکر میں کسی سنی مسلمان کو گرفتار پاتے ہیں۔ حالاں کہ یہ بات کتنی بدیہی ہے کہ جس چیز کے اصل ہونے میں شبہ ہے وہ واجب الاحترام کیوں کر ہوسکتی ہے!۔ یعنی جب ہم جانتے ہیں کہ یہ دُلدل دراصل وہی گھوڑا ہے جو کل یکوں اور تانگوں میں جوتا جاتا ہے تو اس کی تعظیم وتوقیر کیوں کر قرین قیاس ہوسکتی ہے!۔ دُلدل فی الواقع کیا تھا؟ آیئے سب سے پہلے اِسے سمجھ لیا جائے۔

دُلْدُل اسم بغلته صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم . (مجمع البحار:۴۱۸)

دلدل حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خچر کا نام ہے۔

دلدل بضم ہر دو دال خاریشت بزرگ نوعیت از جانور ونام استر سفید وبسیاہی مائل کہ حاکم اسکندریہ بحضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرستادہ وامیر المومنین علی بن ابی طالب برآں سواری شد۔ (منتخب اللغات: ۲۳۵......غیاث اللغات: ۱۷۸)

دُلدل ہر دو دال کے پیش کے ساتھ بڑے خچر کو کہتے ہیں اور جانور کی ایک نوع ہے اور اس خچر سفید مائل بہ سیاہی کا نام ہے جسے حاکم اسکندریہ نے حضور علیہ السلام کو ہدیۃً پیش کیا تھا اور اس پر حضرت علی سوار ہوئے تھے۔

اب ناظرین غور فرمائیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولا علی کی سواری جو کہ دلدل یعنی خچر تھی اس کو شبیہ میں گھوڑا کیسے بنالیا؟ شاید کوئی کہہ بیٹھے کہ حضرت امام حسین کی سواری میں گھوڑا ہی تھا جب حضرت امام میدانِ کربلا میں جوہر شمشیر حیدری دکھلا رہے تھے تو جواباً میں حمید بن مسلم کی یہ روایت جو طبری میں بتمام وکمال درج ہے پیش کروں گا:

'اور آپ کے ساتھ ایک گھوڑا تھا اس کا نام لاحق تھا اس گھوڑے پر حسین

بن علی کو سوار کیا، جب دشمن آپڑے تو آپ نے اپنی ناقہ کو طلب کیا اس پر سوار ہوئے‘۔(تاریخ طبری حصہ اول، جلد دوم:۲۵۴، ۲۵۵)

اس روایت نے بات بالکل واضح کر دی کہ بوقت جنگ میدانِ کربلا میں سرکار حسین گھوڑے پر نہیں بلکہ ناقہ پر سوار تھے۔ دوسری جگہ یہی حمید بن مسلم روایت کرتے ہیں :

’یہ کہہ کر آپ نے ناقہ کو بٹھا دیا۔ عتبہ بن سمعان کو حکم دیا، انھوں نے ناقہ کو باندھ دیا۔ اب دشمنوں نے آپ پر حملہ شروع کیا۔(تاریخ طبری حصہ اول، جلد دوم:۲۵۷)

اب یہ بات اظہر من الشّمس ہوگئی کہ اس کے جائز ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ اول تو اس لیے کہ نقل مطابق اصل ہی نہیں اور یہ بالکل صحیح ہے؛ کیوں کہ حضرت امام حسین کی سواری خچر نہ تھی بلکہ میدانِ کربلا میں اونٹ پر سوار ہو کر آپ ہاتھ میں قرآن مجید لے کر حجت تمام کرنے کے لیے دشمنانِ اہل بیت کے سامنے تشریف لے گئے تھے کہ یہ دشمن دین وعقل کل روزِ قیامت یہ نہ کہہ دیں کہ ہم بھول میں تھے۔ پس تعزیہ میں خچر یا اونٹ ہونا چاہیے تھا، حالاں کہ ہمیشہ گھوڑا ہی نکالا جاتا ہے۔(فیصلہ شرعیہ برحرمت تعزیہ:۶۷)

ان تمام علمی شہادتوں سے معلوم ہوا کہ میدانِ کارزار میں حضرت کے گھوڑے کی شبیہ کیسی؟ اور اگر یہ اَمر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سیدنا حسین گھوڑے پر ہی سوار تھے تو کیا جس شان وشوکت اور سج دھج سے یہ شبیہ پیش کی جاتی ہے یہ مطابق اسپ حسین ہے؟ یعنی اس طور سے اس شبیہ کو کیا سیدنا حسین کے اس گھوڑے سے نسبت حاصل ہوگی جو حضرت کے زیر رکاب تھا؟ ہرگز نہیں؛ اس لیے کہ وہ عربی النسل اور یہ ہندستانی کے ساتھ ساتھ تانگوں اور یکوں میں سال بھر جتنے والا۔ کوچوان کی مار اور ڈانٹ سے پروان چڑھنے والا، علاوہ ازیں شکل وشباہت کے لحاظ سے بھی زمین وآسمان کا فرق، آب وہوا اور طبع کے لحاظ سے بھی غیر معمولی فرق وعلاحدگی!۔

ناظرین! ’شبیہ ذوالجناح‘ (دلدل) آج سونے چاندی سے سجا دھجا، جاہ وجلال اور

طمطراق کے ساتھ نکلتا ہے اس کو ذہن میں رکھیے اور پھر غور فرمایئے کہ آج اِدھر یہ جوش وخروش اور چاندی کی چمک اور سونے کی دمک ہے، اُدھر شہید کربلا کے جوان بھائی اور بیٹے میدانِ کارزار میں جامِ شہادت نوش فرما چکے۔ دوست واحباب ایک ایک کر کے کٹ گئے اور ہر ایک زخم مفارقت دیتا گیا۔

ننھے ننھے اور دودھ پیتے بچے تڑپ تڑپ کے خدا کے ہاں سدھارے اور ماسوا عابد بیمار اور عورتوں کے سرکار حسین تن تنہا رہ گئے ہیں۔ خدا کے سوا کوئی یار و مددگار نہیں، ہر طرف ہُو کا عالم ہے، وہ شیعانِ حیدر کرار جنھوں نے سیدنا حسین کو اپنی نصرت کے لیے بلایا تھا، دشمنانِ اہل بیت بن کر خون کے پیاسے بن چکے تھے اور تلواریں ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں جن سے اہل بیت رسول کا خون ٹپک رہا ہے، سروں پر شمشیریں چمک رہی ہیں جو نواسہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون سے اپنی پیاس بجھانا چاہتی ہیں۔

کیا ایسی حالت میں شہید نینوا اپنی سواری کو سرخی، پوڈر، میک اَپ اور سونے چاندی کے زیورات سے سجا کر نکلے ہوں گے؟ کیا اس وقت ان پر ایسی چھتری کا سایہ ہوگا جس طرح آج ایک مرصع چھتری سے ان کی سواری کی شبیہ پر کیا جاتا ہے!۔

اب آپ ہی غور فرما کر بتائیں کہ اس موجودہ 'شبیہ ذوالجناح' کو سرکار حسین کے گھوڑے سے کیا نسبت حاصل ہے؟ محترم! وہ گھوڑا اور ہی رہا ہوگا جو حضور سیدنا حسین کے زیر رکاب تھا۔ اس 'شبیہ ذوالجناح' (دلدل) کو مثل سوارِی حسین کہنا حسین کے اس مقدس گھوڑے کی توہین ہے جسے ایک محبّ اہل بیت گوارہ نہیں کرسکتا!۔

تعزیہ اور اُس کا شرعی حکم

اگر یہ مطابق اصل ہوتا یعنی مشابہ بہ مزار سرکار حسین ہوتا تو کوئی مضائقہ نہ تھا؛ مگر یہ نقل مطابق اصل نہیں۔ کیوں کہ اس کی متعدد صورتیں ہوتی ہیں، تو پھر یہ ساری شکلیں

روضۂ انور سے کیوں کو مشابہ اور مماثل ہوسکتی ہیں !۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اب جب کہ اس کے ہمراہ کثرت سے ناجائز چیزوں کو شامل کرلیا گیا ہے جیسا کہ آپ کو بتایا جائے گا تو پھر اس سے اِجتناب و پرہیز لازمی وضروری ہے؛ تاکہ بدعتیوں سے کسی طرح سے بھی مشابہت اور یگانگت نہ پیدا ہوسکے۔ تاکہ دوسرے مسلمانِ متقین کے لیے اس قسم کی بدعت قبیحہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ باقی نہ رہے۔ فرمانِ نبوی ہے :

اتقوا مواضع التهم . (کشف الخفاء للعجلونی:۱/۵۳)

تہمت کی جگہوں سے بچو۔

اور بھی ارشاد عالی ہے :

من كان يؤمن بالله واليوم الاٰخر فلا يقفن مواقف التهم.
(المقاصد الحسنۃ للسخاوی: حدیث:۱۱۳۴)

جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ تہمت کی جگہ نہ بیٹھے۔

اور ظاہر ہے کہ تعزیہ بنانے اور گھر میں رکھنے سے خواہ مخواہ دوسروں کو یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ کہیں یہ شخص اسی بدعتی گروہ سے تو نہیں ہے جو وفادارانِ مصطفٰے پر تبرا کیا کرتا ہے، جن کا قرآنی لقب صدیقین، شہدا اور صالحین ہے۔ **تحفہ اثنا عشریہ** میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

'سولہویں قسم یہ ہے کہ کسی چیز کی صورت کو بعینہٖ اصل چیز کا حکم دینا۔ اور شیعہ گروہ میں یہ وہم غالب ہے کہ حضرات حسنین وحضرت امیر وحضرت فاطمہ زہرا کی قبروں کی صورت بناتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہ قبریں مصنوعی انوارِ الٰہی کی جگہ ہیں، ان کی بہت تعظیم کرتے ہیں بلکہ ان کو سجدہ کرتے ہیں، فاتحہ پڑھتے ہیں اور درود وسلام بھیجتے ہیں، منقش اگردانوں کو

لے کر مجاوروں کی طرح ان کے ارد گرد گھومتے ہیں اور خوب شرک کی داد دیتے ہیں، عقل مند کے نزدیک بچوں کے کھیل اوران کی ایسی حرکات میں کچھ فرق نہیں!'۔

الحاصل! صرف نقل روضہ مطابق اصل میں کوئی شرعی قباحت نہ تھی، مگراس کے ساتھ دیگر بدعاتِ قبیحہ اور افعالِ غیر شرعیہ کی آمیزش نے تعزیہ داری کو نہ صرف بچوں کا کھیل یا کارے مبنی بر جہالت بنادیا بلکہ خلافِ شرع کر کے مطلق حرام قرار دینے پر علمائے اسلام کو مجبور کردیا۔

کون نہیں جانتا کہ علم کوئی بھی ہو اس کا حاصل کرنا جائز ہے؛ لیکن بسا اوقات اس سے چونکہ برے اور غیر اسلامی نتائج برآمد ہوتے ہیں؛ لہٰذا اس کی تحصیل ممنوع قرار دے دی جاتی ہے۔ مثلاً علم سحر اور علم کہانت وغیرہ۔

اسی طرح محفل ومجلس اور لوگوں کا کسی خاص مقام پر مجتمع ہونا قطعی جائز ہے؛ مگر مجالس سنیما وسرکس اور محافل تماشہ وغیرہ (میں جانا) مخالفت شرعیہ پر مشتمل ہونے کے سبب ناجائز وحرام ہے۔ بایں طور نفس تعزیہ یعنی نقل روضہ مقدسہ جائز وروا ہے؛ لیکن اب بے پناہ بدعات وخرافات پر مشتمل ہونے کے سبب ناجائز وحرام ہے۔

ذرا سوچیے تو سہی کہ آج کوئی ہندستانی تعزیہ دار جس نے کربلائے معلٰی کی مقدس اور متبرک سرزمین کی زیارت نہیں کی اور نہ خواب ہی میں شرفِ دیدارِ روضہ حسین سے مشرف ہوا اس کا بنایا ہوا تعزیہ مطابق مزار اور مشابہ روضہ انور کیسے ہوسکتا ہے؟ کیوں کہ ان دیکھی چیزوں کی نقل کا مطابق اصل یقینی طور پر ہونا محض وہم وجہالت ہے۔

اور یہ اَمر علمائے اسلام کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ اگر تعزیہ مشابہ بمزار نہیں ہے تو پھر اس کا بنانا بھی جائز نہیں، چہ جائے کہ گھمانا نیز روافض اور دشمنانِ قرآن واہل بیت کو تقویت پہنچانا جائز ہو!۔ معاذ اللہ

تعزیہ اس لیے بھی ناجائز ہے کہ شرک وکفر اور اولیاء اللہ کی مقدس اور منور قبروں کی توہین کا ذریعہ بنتا ہے۔ کیوں کہ بعض عقل سے پیدل حضرات اس کو سجدہ کرتے ہیں، حاجت روا اور مشکل کشا خیال کرتے ہیں اور بعینہٖ اولیاء اللہ کی قبور کے مثل اس کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں، درود وسلام کے نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں اور جو اس کی تعظیم وتوقیر نہ کرے اس سے لڑتے اور جھگڑتے ہیں۔

ذرا غور تو فرمایئے کہ کیا مسلمان انھیں افعالِ غیر شرعیہ اور بدعاتِ شنیعہ کے لیے پیدا کیا گیا ہے؟ کیا وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے) سے یہی مفہوم ہوتا ہے؟ کیا مقصد حیات یہی ہے کہ مصنوعی تعزیوں میں اولیاء اللہ کے وجود کا عقیدہ بنا کر اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ سے تمسخر کیا جائے؟۔ اور ان تقدس مآب ہستیوں کے مزارات کا مذاق عقیدت ومحبت کی ٹٹی لگا کر اُڑایا جائے؟۔

کیا حاصل زیست یہی مسئلہ ہے کہ بانس کی تیلیوں سے ساختہ تعزیہ پر مقدس جبین مومن جھکا کر اسلام کے تصورِ الٰہ کو مجروح کیا جائے؟ کیا مسلمانوں کی یہ کج فہمی اور بے عملی اس کے خرمن حیات پر برق باریاں نہ کرے گی؟!۔

میرے دوستو! تم پر جمود وخوابیدگی کیوں طاری ہے؟ تم تو جگانے کے لیے اور اقوامِ خوابیدہ کو بیدار کرنے کے لیے نیز کار ہائے رسالت اور ارشادات سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترویج واشاعت کے لیے پیدا کیے گئے تھے؛ مگر افسوس تم خود خراٹے لے رہے ہو؟ تم تو گلشن اسلام میں اپنا آشیانہ بنانے کے لیے پیدا کیے گئے تھے لیکن صد افسوس خوفِ صیاد وخزاں نے تمھارے حوصلے توڑ دیے۔ جب کہ تمھیں تو اس طرح ہونا چاہیے تھا۔

اُدھر تو صیاد کو یہ ضد ہے چمن میں کوئی قدم نہ رکھے
اِدھر ہمارے وہی اِرادے بنائیں گلشن میں آشیانہ

شاید تم نے نباضِ فطرت، شاہکار قدرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو بھلا دیا۔ جاگ جاؤ، اُٹھ پڑو، اب بھی سویرا ہے، چلو دنیاے توہم پرستی میں آگ لگا دیں۔ قدامت پرستی کا سہارا لے کر پنپنے والی خرافات و بدعات کو جڑوں سے اکھاڑ پھینک دیں۔ چاہے ہمیں موت کے دہانے پر کھڑا ہونا پڑے، یا واقعہ حسین کو عملی طور پر ہمارے ساتھ بھی دہرا دیا جائے اور یقیناً حسینی وہی ہے جو دنیاے فسق وفجور میں آگ لگا دے؛ اس لیے ہمارے عزائم بھی یہی ہونے چاہئیں؛ کیوں کہ

قتل حسین اصل میں مرگِ یزید ہے

اِسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

تعزیہ اس لیے بھی ناجائز وحرام ہے کہ اس میں فضول اور ناجائز طریقے پر مال کو ضائع کیا جاتا ہے؛ کیوں کہ جب یہ تعزیے نکلتے ہیں تو بڑی دھوم دھام سے تاشے باجے بجتے اور طرح طرح کی گرم بازاری کرتے نکلتے ہیں۔ نٹ کھٹ اور شوخ عورتوں کا ہر سو ہجوم اور شہوانی میلوں کی پوری رسوم اور اس کے ساتھ ساتھ یہ خیال کہ خود ساختہ اور بنائی ہوئی تصویریں بعینہٖ اور اصلی شہداے کربلا رضی اللہ عنہم کے جنازے ہیں۔

پھر کچھ لوٹ مار، نوچ اُتار اور باقی توڑ تاڑ کر دفن کر دیے جاتے ہیں اور اس طرح ایک طرف ناموسِ اہل بیت اور وقارِ شہداے کربلا رضی اللہ عنہم کا مذاق وتمسخر ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف ہر سال لاکھوں اور کروڑوں روپیہ غریب مسلمانوں کی جیب سے نکل کر زیر زمین اپنی حماقت کے سبب دفن ہو جاتا ہے!۔

کاش! یہ روپیہ غربا پروری اور حصولِ بہشت کے لیے صرف ہوتا۔ کاش! رضاے الٰہی اور مرضیِ مصطفٰے کو حاصل کرنے میں خرچ ہوتا۔ کاش! مدارسِ اسلامیہ کو قائم ودائم رکھنے میں خرچ ہوتا۔ کاش! اسلامی کاروبار میں صرف ہوتا جو کہ خداے ذوالجلال اور رسول پُر جمال کی خوشنودی کا باعث ہوتا۔

مسلمانو! ذرا مجھے بتاؤ کہ تم نے تعزیہ بناتے وقت کبھی یہ سوچا کہ شاید پڑوس میں کسی کے گھر آگ نہ جلی ہو۔ ممکن ہے کہ اس وقت کوئی بھوکا ہو، ننگا ہو، ہوسکتا ہے کہ کوئی پڑوسی شکارِ گردشِ دوراں اور محروم رحمت یاراں ہو، نہیں تم نے ہرگز نہیں سوچا!۔ اس لیے کہ اگر سوچتے تو تعزیہ بنا کر مُسرف و بے جا خرچ کرنے والے نہ بنتے، بلکہ پہلی فرصت میں اس کی اعانت اور مدد کر کے عنداللہ وعندالرسول ماجور ہوتے!۔

میرے مولا! کیا تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصائب وآلام اس لیے برداشت کیے کہ قوم مسلم حق و باطل میں امتیاز وفرق نہ کرسکے؟ کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کی دھجیاں اس لیے اُڑائی تھیں کہ قوم فرضیت عبادت سے ناآشنا رہے؟ کیا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے باغیانِ اسلام کی گردنیں اس لیے مروڑی تھیں کہ قوم اِحقاقِ حق اور اِبطالِ باطل سے بے پروا ہو جائے؟ کیا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے مدینۃ الرسول میں خون بہانا اس لیے پسند نہ کیا تھا کہ وقارِ کوچہ محبوب ﷺ کو دل میں جگہ نہ دی جائے؟ کیا حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے فقر و فاقہ کو گلے اس لیے لگایا تھا کہ قوم نفس پرستی اور عیش کوشی میں مبتلا ہو جائے؟ کیا کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے گردن اس لیے کٹوائی تھی کہ قوم میں فسق و فجور سے نفرت نہ پیدا ہو؟ نہیں ہرگز نہیں، ان حضرات برگزیدہ نے اس لیے قربانیاں دیں کہ قوم حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھے، حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھے اور پروانۂ شمع رسالت بنی رہے۔

مہندی

مہندی کے بارے میں ایک شیعہ فاضل کے ایک اقتباس کو پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں، جس میں اس نے حقیقت سے کام لیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ سہواً کبھی کبھی ان حضرات کے قلم سے بھی سچی بات نکل پڑتی ہے۔ چنانچہ فاضل رضی الرضوی بن سید علی

الحائری شیعی لاہوری نے اپنی کتاب 'الذبیح' کے صفحہ ۱۷پر اس کی تصریح یوں کی ہے :

'مہندی کی رسم بھی مذہب حق میں کوئی اَصلیت نہیں رکھتی؛ کیوں کہ قاسم بن حضرت امام حسین علیہ السلام کی رسم عروسی میں یہ مہندی کی رسم جاری اور قائم کی گئی ہے۔قرآن پاک یا کسی حدیث صحیح میں قطعاً اس کا ذکر تک نہیں آیا۔ نہ عقد عروسِ قاسم کا ذکر کہیں کربلاے معلیٰ میں ہونا وارد ہوا ہے۔ علماے مجتہدین عراق و ہند کا اتفاق ہے کہ کربلا میں عروسِ قاسم کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ پس شرعِ اسلام میں جس چیز کی کوئی بھی اصلیت نہ ہو اس کو مذہب بنالینا گناہ ہے!'۔

ایک غیرت دار مسلمان کے لیے یہ چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کی بات ہے کہ اس مہندی کو شیعہ مولوی بھی گناہ، بے اصل اور خلافِ قرآن وحدیث کہہ رہا ہے؛ مگر ایک سنی ہے کہ ہر سال مہندی بناتا ہے، گھماتا ہے اور گناہوں کو اکٹھا کرتا ہے۔

میرے دوستو! کہاں گئی تمھاری غیرت، کہاں بیچ دیا اپنی حمیت دینی کو، کیا یہ شرم کا مقام نہیں، کیا یہ ڈوب مرنے کی بات نہیں کہ تم **تعزیہ اری کے شوق** میں اتنا گر گئے کہ شیعہ بھی تم سے نفرت کرنے لگا، اور تم اس شیعہ فاضل کے نزدیک گنہ گار، فاسق اور فاجر ہوگئے!۔

للہ! خدا سے ڈرو، دامن رسول کو تھام کر اصحابِ رسول کی زندگی کو اپناؤ، نیز حدیث ثقلین کے عملی نمونے بن جاؤ، اگر تمھارے ایک ہاتھ میں دامن قرآن ہو تو دوسرے میں دامن اہل بیت؛ اس لیے کہ کون نہیں جانتا کہ امہات المومنین، حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضراتِ حسنین کی طہارت و پاکیزگی اور ان جمیع حضرات کے محفوظ عن الخطا ہونے پر آیت تطہیر دلیل قطعی ہے اور جب تم ان حضرات برگزیدہ کا اتباع کروگے تو تمھاری زندگی ایک کامیاب زندگی ہوگی اور پھر تمھارا حشر صدیقین یا شہدا یا صالحین کے ساتھ ہوگا، اور یقیناً یہی دولت اخروی بھی ہے اور ذریعہ نجات بھی۔

رونا اور ماتم کرنا

کیا غمِ حسین میں رونا حرام ہے؟ آیئے اس بات کی تحقیق کی جائے۔

محترم! رونا دو قسم کا ہوتا ہے: ایک فطری۔ اور دوسرا غیر فطری۔

اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ رونا ایک قدرتی اور فطری اَمر ہے۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تب بھی روتا ہے اور جب وہی سفرِ آخرت اختیار کرتا ہے تو اس کے پس ماندگان روتے ہیں۔ مصائب و آلام کے پیہم حملے بھی رونے پر مجبور کر دیتے ہیں اور آل و اولاد کی کم ظرفی اور نالائقی بھی رُلا دیتی ہے، اور بعض دفعہ تو خوشی سے بھی آنکھیں پُرنم ہو جاتی ہیں۔

لیکن یہی رونا جو کہ مطابق فطرت ہے جب ریا، دھوکہ اور فریب دہی کے لیے ہوتا ہے تو غیر فطری بن جاتا ہے، تب اس پر فطری رونے کے احکامات صادر نہیں کیے جا سکتے، جیسا کہ قرآن پاک ذیل کی آیات میں اشارہ فرماتا ہے:

وَجَآؤُوْا اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْکُوْنَ . (سورۂ یوسف:۱۶/۱۲)

اور (برادرانِ یوسف) رات ہوئے اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے۔

اور بھی ارشاد فرماتا ہے:

وَقَالُوْا لاَ تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَّوْ کَانُوْا یَفْقَهُوْنَ، فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلاً وَّلْیَبْکُوْا کَثِیْرًا، جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ . (سورۂ توبہ:۹/۸۱، ۸۲)

اور بولے اس گرمی میں نہ نکلو، تم فرماؤ جہنم کی آگ سب سے سخت گرم ہے۔ کسی طرح انھیں سمجھ ہوتی۔ تو انھیں چاہیے کہ تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں، بدلہ اس کا جو کماتے تھے۔

آیت اوّل میں ایک جلیل القدر نبی کے صاحب زادوں اور ایک عظیم المرتبت نبی کے بھائیوں کا ذکر ہے کہ ان حضرات کا رونا دراصل فطری نہ تھا۔ ملاحظہ ہو حاشیہ مقبول: ۳۷۷۔

آیت ثانی میں منافقین کو زیادہ رونے کے لیے کہا گیا تا کہ وہ اپنے عمل سے جو انھوں نے جہاد میں نہ شریک ہونے کے باعث کیا، اس کا خمیازہ بھگتیں؛ اس لیے کہ قرآن پاک میں کسی مومن کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ وہ ہر وقت روتا ہی رہے اور یادِ الٰہی سے غافل ہو جائے۔

ذرا آپ اپنی روزمرہ کی زندگی پر ہی ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالیے اور غور فرمایئے کہ اگر آپ کا نورِنظر، لختِ جگر دن ورات روتا ہی رہے تو کیا آپ یا آپ کا خاندان اسے اچھا، نیک طبع اور خوب سیرت بچہ کہے گا؟۔

آپ کی رفیقہ حیات جس کی محبت میں آپ گرفتار ہیں، اور حتی المقدور اس کی ناز برداری بھی کرتے رہتے ہیں؛ لیکن اگر وہ ہر وقت رونی صورت بنا کر بیٹھی رہی اور سیدھے منہ آپ سے بات بھی نہ کرے یا گفتگو سے پہلے ہمیشہ گریہ وزاری اور آہ وبکا شروع کر دے تو باوجود اس کے کہ آپ اس کی محبت سے سرشار ہیں اس سے نفرت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے؛ اس لیے کہ ہر وقت کا رونا غیر فطری ہوا کرتا ہے۔ الحاصل! فطری اور غیر فطری رونے میں زمین وآسمان کا فرق ہے!۔

رونا قرآن کی روشنی میں

قرآن میں جس رونے کی اجازت ہے، اس میں خشوع اور خضوع ہے، نہ کہ ریا، تصنع اور بناوٹ۔ اس سے پیشتر جو آیات میں نے پیش کی ہیں وہ تصنع اور ندامت کے رونے سے متعلق تھیں اور جو خشوع وخضوع سے متعلق ہیں اب وہ ملاحظہ فرمائیں :

وَيَخِرُّوْنَ لِلأَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعاً . (سورۂ بنی اسرائیل:۱۷/۱۰۹)

اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں، روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔

اس لیے کہ جس رونے میں خشوع وخضوع یا عاجزی وانکساری نہ ہو وہ رونا کس کام کا؟ گویا وہ سجدے میں روتے ہیں، مالک کون ومکاں اور خالق ہر دو جہاں کے حضور عجز وانکساری سے گریہ کر کے معافی کے خواست گار ہوتے ہیں۔ انتہائے تذلل اور غایت خضوع کے ساتھ رب الارباب کی بارگاہِ بے کس پناہ میں رحم کی بھیک مانگتے ہیں، اپنے کیے پر پچھتاتے ہیں اور پھر اس طرح خشیت الٰہی، قلوبِ مومنین میں استحکام اور فروغ پاتی ہے۔

اب ذرا دیکھنا ہے کہ خداوند عالم کو کیا وہ رونا پسند ہے جو ریا، بناوٹ اور بے صبری کے بطن سے پیدا ہوتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے :

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ . (سورۂ بقرہ:۲/۱۵۵،۱۵۶)

اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیجیے وہ جنھیں کوئی مصیبت پہنچی ہے وہ کہتے ہیں ہم اللہ کے لیے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

اور بھی ارشادِ عالی ہے :

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ . (سورۂ بقرہ:۲/۱۵۳)

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو، مدد مانگو صبر اور نماز کے ساتھ، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

الحاصل! قرآن کا مزاج یہ ہے کہ جب کسی مسلمان پر شدائد اور مظالم کی بارش ہو یا

جب اس پر مصائب وآلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں اور تکالیف کے بھنور میں پھنس کے رہ جائے تو اس وقت اس بندے کو صبر وشکر سے کام لینا چاہیے، نہ کہ غیر فطری اشک باریوں سے۔صبر واستقامت اور نماز سے مدد مانگے، نہ کہ وحدانیت کی ٹھاٹیں مارتا ہوا یہ کہے کہ 'غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے'۔

گویا مصائب کے پیہم حملے سے متاثر ہو کر دامن صبر وضبط کو چھوڑ نا یا مطلب براری کے لیے غیر فطری رونا غیر اللہ سے مدد مانگنے کو شرک کہہ کر استعانت بالصبر والصلوٰۃ سے پرہیز واجتناب کرنا مزاجِ قرآن کے خلاف ہے۔

رونا احادیث اہل سنت کی روشنی میں

مشکوٰۃ شریف اور دیگر کتب احادیث سے چند احادیث کے ترجمے نذرِ ناظرین کرتا ہوں:

روایت ہے حضرت انس سے کہ ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابی سیف الیقین ہاں گئے جو کہ ابراہیم کی دایہ کے خاوند تھے، پس رسول اللہ ﷺ نے (اپنے فرزند) ابراہیم کو بوسہ دیا اور سونگھا۔اس کے کچھ روز بعد ہم پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ابراہیم حالتِ نزع میں تھے۔حضور ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آپ بھی روتے ہیں یا رسول اللہ!۔حضور ﷺ نے فرمایا: اے عوف کے بیٹے! تحقیق یہ رحمت ہے آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، دل غمگین ہے اور ہم راضی برضائے الٰہی رہ کر ابراہیم کی جدائی پر غمگین ہیں۔(متفق علیہ)

گویا فطری رونا قطعاً جائز ومستحسن ہے اور رونے میں دراصل ایک کرب ہوتا ہے جس کے نتیجے میں آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی نکلتے ہیں؛ لیکن جزع فزع کے ساتھ نیز شور وغوغا اور واویلا کے ساتھ گریہ کرنے سے حضور رسالت مآب ﷺ نے ہمیشہ منع فرمایا ہے۔

☆ روایت ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے طریقے پر وہ نہیں جو رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت کا پکارنا پکارے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

☆ ابو بردہ سے روایت ہے کہ ابوموسیٰ بے ہوش ہوئے تو ان کی بیوی ام عبداللہ نے چلا کر رونا شروع کیا۔ جب ابوموسیٰ ہوش میں آئے تو کہا: کیا آپ نہیں جانتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اس سے بیزار ہوں جو مصیبت میں سر کے بال منڈوائے، چلا کر روئے اور کپڑے پھاڑے۔ (مشکوٰۃ شریف)

☆ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں منع کرتا ہوں منہ نوچنے، چہرہ پیٹنے، کپڑے پھاڑنے اور بین کرنے سے؛ لیکن آنکھوں سے پانی جاری ہونا رحم وشفقت کی وجہ سے ہے۔ اور جو رحم وشفقت نہیں کرتا، اس پر بھی رحم نہ ہوگا۔ (مدارج النبوۃ)

☆ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت ہو نوحہ کرنے والی اور کوسنے والی عورت پر۔ (ابوداؤد شریف)

☆ روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی ایسے جنازے کے ساتھ جانے سے منع فرمایا جس کے ساتھ نوحہ کرنے والے ہوں۔ (ابن ماجہ)

ان احادیث کی روشنی میں یہ امر بالکل واضح ہے کہ فطری رونا جائز و مستحسن ہے؛ مگر واویلا اور شور وغوغا کر کے رونا، کپڑے پھاڑنا، اور نوحہ وماتم کرنا وغیرہ غیر فطری طریقے اور جاہلیت کے نشان ہیں، جس سے مختار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ نفرت کیا اور جس سے بچنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ گویا غیر فطری طریقے سے رونا احکاماتِ الٰہیہ سے انحراف اور ارشاداتِ مصطفویہ سے بغاوت ہے۔

رونا احادیث شیعہ کی روشنی میں

پیکر صدق وصفا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے:

عن ابی عبدالله قال الصبر من الإيمان بمنزلة الرأس من الجسد فإذا ذهب الجسد كذالك إذا ذهب الصبر ذهب الايمان . (اُصولِ کافی:۴۱)

صبر ایمان کے سر کی بجائے ہے، جب سر کٹ جائے تو جسم بے کار ہو جاتا ہے، ایسے ہی جب صبر چھوڑ دیا جائے تو ایمان جاتا رہتا ہے۔

امام صاحب بھی صبر کی تلقین اور اس کے فضائل ومراتب کو بیان فرما رہے ہیں، گویا دامن صبر کو چھوڑ کر گریہ و ماتم کرنا موصوف کے نزدیک زینہ کفر ہے؛ ورنہ کیوں فرماتے کہ إذا ذهب الصبر ذهب الإيمان یعنی جب صبر چھوڑ دیا جائے تو ایمان جاتا رہتا ہے۔

ذرا محرمی حضرات بزبان امام صادق اس فرمانِ صادق کو سنیں اور صدل دل سے اسے قبول کریں؛ مگر افسوس بغض صدیق نے درِ صادق بھی چھڑوا دیا!۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وصیت: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری اوقات میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو متعدد وصایا فرمائی تھیں، ان میں سے ایک خصوصی وصیت 'ماتم' سے منع کرنے کے متعلق تھی۔ فرماتے ہیں:

اے فاطمہ! واضح ہو کہ پیغمبر کے لیے گریبان چاک نہ کرنا چاہیے، اور بال نہ نوچنے چاہئیں اور واویلا نہ کرنا لیکن وہ کہنا جو تیرے باپ نے اپنے بیٹے کے مرنے پر کہا کہ آنکھیں روتی ہیں اور دل غمگین ہے۔ اور میں وہ نہیں کہتا جو موجب غضب پروردگار ہو اور اے ابراہیم میں تجھ پر اندوہ ناک ہوں'۔ (جلاء العیون اُردو جلد اول:٦٦)

نیز ابن بابویہ نے بسند حضرت امام محمد باقر روایت کی ہے :

'حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت وفات جناب سیدہ سے کہا: اے فاطمہ! جب میں مرجاؤں اس وقت تم اپنے بال میری مفارقت میں نہ نوچنا اور اپنے گیسو پریشاں نہ کرنا، اور واویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ کرنے والوں کو نہ بلانا'۔ (جلاء العیون اُردو جلد اول: ۹۷)

مذکورہ غیر مبہم اور واضح حوالہ جات سے درجِ ذیل باتیں معلوم ہوئیں :

۱: بوقت مصیبت دامن صبر کو چھوڑنا ائمہ کے ارشادات کو اَن سنی کرنے کے مرادف ہے۔

۲: جب صبر چھوڑ دیا جائے تو ایمان جاتا رہتا ہے۔ اس سے پتا چلا کہ ماتم ونوحہ کرنے والوں کا ایمان.........!

۳: گریبان چاک کرنا، بال نوچنا، واویلا کرنا، گیسو پریشان کرنا، نوحہ کرنا اور نوحہ کرنے والوں کو بلانا یہ سب خلاف مزاجِ شریعت امامیہ ہے۔

کتنے واضح انداز میں ائمہ عظام نے ماتم ونوحہ سے روکا ہے، اس کو حرام اور خلاف دین اسلام قرار دیا ہے۔ کیا میں نام نہاد شیعانِ حیدر کرار سے پوچھ سکتا ہوں کہ جناب والا نے یہ کیوں بھلا دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی آخری نصیحت کیا تھی؟:

'پس تم لوگ فوج در فوج گھر میں آنا اور مجھ پر صلوٰۃ بھیجنا اور سلام کہنا اور مجھ کو نالہ وفریاد وگریہ وزاری سے آزار نہ دینا۔ (جلاء العیون اُردو جلد اول: ۷۷)

جس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گریہ وزاری سے منع کیا ہو، جس نے نالہ وفریاد سے اپنے اصحاب کو روکا ہو، جس رسول کو آہ وبکا اور ماتم ونوحہ سے دل آزاری ہوتی ہو، کیا اس رسول کا نواسہ، کیا اس نبی کا لاڈلہ ان افعالِ غیر پسندیدہ کو محبوب رکھے گا! ہرگز

نہیں۔ میرا ایمان ہے کہ جن باتوں کو حضور آیۂ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے حسینی جلال اس کو خاکستر کر دے گا؛ اس لیے کہ جو بات مقبولِ بارگاہِ نبوی نہیں وہ بات مقبولِ بارگاہِ حسینی بھی نہیں ہوسکتی!۔

جزع کی تعریف کرتے ہوئے امام باقر علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں :

عن جابر عن أبي جعفر قال قلت له ما الجزع؟ قال أشد الجزع الصراخ بالويل والعويل ولطم الوجه والصدر جزاء الشعر من النواصي ومن أقام النواحة فقد ترك الصبر واخذ في غير طريقة . (معتبر ترین کتاب فروغ کافی، جلد اوّل:۱۲۱)

جابر کہتے ہیں میں نے امام باقر سے پوچھا جزع کیا ہے؟ فرمایا: انتہائے جزع ویل عویل کی پکار کرنا، منہ پر طمانچے مارنا، سینہ زنی کرنا، بال نوچنا اور جس نے نوحہ و ماتم کیا اس نے صبر چھوڑ دیا اور غیر شرع کام کیا۔

من جملہ احادیث شیعہ سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں :

۱: جس نے صبر کا دامن چھوڑ دیا اس کا ایمان جاتا رہا۔

۲: گریبان چاک کرنا، بال نوچنا، واویلا کرنا، نوحہ کرنا بوقت وفات نوحہ کرنے والوں کو بلانا، چہرے پر طمانچے مارنا، سینہ زنی یعنی سینہ پر ماتم کرنا وغیرہ وغیرہ حرام اور خلافِ شرع ہیں۔

اب ماننا نہ ماننا آپ کا اپنا فعل ہے۔ جس کی باز پرس مصطفےٰ پر جمال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں خدائے ذوالجلال کے حضور ہوگی۔ اس مقام پر پہنچ کر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اتمامِ حجت کے لیے دو شیعی احادیث پیش کر کے روئے سخن کسی اور جانب کرلوں۔

سئل الصادق عن الصلوٰة في القلنسوة السوداء فقال لا

تصل فیھا فإنھا لباس أھل النار وقال أمیر المومنین فیما علم أصحابہ لاتلبس السوداء فإنہ لباس فرعون . (من لایحضرہ الفقیہ: ص۸۱، سطر۱۷)

امام صادق سے کسی مومن نے پوچھا کہ کالی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟ امام نے فرمایا کہ کالے کپڑے پہن کر نماز نہ پڑھا کرو؛ کیوں کہ یہ دوزخیوں کا لباس ہے۔ نیز فرمایا امیر المومنین نے: سیاہ لباس نہ پہنا کرو یہ فرعون کا لباس ہے۔

اس روایت میں دو ائمہ کے ارشاد گرامی ہیں :

اول: حضرت امام جعفر صادق علیہ الرحمہ کے نزدیک کالا کپڑا دوزخیوں کا لباس ہے۔

دوم: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیاہ لباس فرعونی لباس ہے۔ کیا محرمی حضرات نے ان ارشاداتِ زریں کو بھلا دیا!۔ میں معصومیت ساز کمپنی کے جنرل منیجر کو مخاطب کر کے یہ عرض کروں گا کہ اگر یہ حدیث خود ساختہ اور آپ کی کمپنی کا شاہکار ہے، پھر بھی آپ اور دیگر ایران کمپنی کے لیے واجب العمل ہے۔ بایں سبب اگر ہم سیاہ لباس پہنیں تو کچھ حرج نہیں؛ مگر جناب کیوں اپنے ڈھالے ہوئے معصومین کے فرمان سے بغاوت کر رہے ہیں!۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود زراہ دیدم درصورت سگ دلانکہ آتش درو برش داخل می کردند واز دہانش بیروں می آوردو ملائکہ بگنہ رہاد آہنی سر گردنش رامی زدند۔ فاطمہ صلوات اللہ علیہا گفت اے پدر! خبردہ کہ سیرت ایں زن چہ بود؟ گفت نوحہ کنندہ وحسود بود۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات ایک عورت کو جہنم میں دیکھا، جس کی شکل کتے کی تھی اور عذاب کے فرشتے اس کے پچھلے

راستے سے آگ داخل کر رہے تھے اور آگ کے شعلے اس بیچارے کے منہ سے نکل رہے تھے اور فرشتے اس بدنصیب کو آہنی گرزوں سے سر پر اور گردن پر مار رہے تھے۔ حضرت فاطمہ نے پوچھا: ابا جان! یہ بدنصیب عورت کون سا گناہ کرتی تھی؟ آپ نے فرمایا: وہ نوحہ اور ماتم کرتی تھی۔

اس سے ذیل کی باتیں معلوم ہوئیں :

۱: نوحہ و ماتم کی سزا جہنم ہے، جہاں پر ماتم کرنے والوں کو کتوں کی شکل بنا دیا جاتا ہے۔

۲: اس عورت کے پچھلے راستے سے آگ شاید اس لیے داخل کی جا رہی تھی کہ اگر ماتم کرنے والا کوئی مرد آ جائے تو برائے سزا یعنی برائے دخول آتش تعین مقام میں اختلاف نہ پیدا ہو اور عورت و مرد کی سزا مساوی قرار پائے۔ واللّٰہ أعلم بالصواب۔

بہرحال! ماتمی حضرات کے لیے یہ لمحہ فکریہ ہے!!!۔

کربلا اور ماتم و تعزیہ!!!

قاضی شوستری (بابدال واوٴ بالف) اپنی کتاب 'مجالس المومنین' میں رقم طراز ہیں :

> وبالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل نہ دارد دستی بودن کوفی الاصل خلاف اصل ومحتاج دلیل است گوابوحنیفہ کوفی باشند۔

> کوفیوں کو شیعہ ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہیں بلکہ جو اصل کوفی ہے اس کا سنی ہونا خلاف اصل محتاج دلیل ہے گو ابوحنیفہ کوفی ہی ہوں۔

ان سطور مذکور سے یہ اَمر واضح ہو گیا کہ ہر کوفی شیعہ ہے، گویا یہ دونوں قریب قریب مترادف ہے۔ اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمایئے یعنی حضرت مسلم کے ساتھ کوفیوں کا

برتاؤ کیا تھا، اس کا اندازہ جلاء العیون صفحہ ۴۵۲ اور ناسخ التواریخ جلد دوم صفحہ ۱۴۹ پر حضرت مسلم کے خط کے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے :

وهو يقول لک ارجع فداک أبي وأمي بأهل بيتک ولا يغررک أهل الكوفة أصحاب أبيک الذي يتمنى فراقهم بالموت أو القتل ان أهل الكوفة قد كذبوک وليس الكذوب رأی .

میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں آپ مع اہل وعیال واپس تشریف لے جائیں اور کوفیوں کے دھوکے میں نہ آئیں ؛ کیوں کہ یہ وہی ہیں جن سے آپ کے والد سخت پریشان رہتے تھے اور ان کی موت اور قتل سے نجات چاہتے تھے۔ انھوں نے آپ کی بیعت توڑ دی ہے اور جھوٹے پر کوئی بھروسہ نہیں۔

یہ مقام انتہائی حیرت انگیز ہے کہ حضرت مسلم کوفیوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ دھوکہ باز، دشمن علی، غدار، مضر برائے حیدر، بیعت شکن، بے وفا اور جھوٹے ہیں اور ناخدائے کشتی شیعیت جناب شوستری کہتے ہیں کہ ہر کوفی شیعہ ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ ہر شیعہ دھوکہ باز، دشمن علی، غدار، مضر برائے حیدر، بیعت شکن، بے وفا اور جھوٹا ہے۔

اِختصار مانع ہے، ورنہ میں دکھا دیتا قاتلانِ حسین کی چھپی ہوئی صورتوں کو؛ لیکن اس مقام پر مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ آیا شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے بعد یہ ڈھونگ کس نے رچا، اور اس بدعت شیعہ کو کس نے زندگی دی اور کن لوگوں کی گود میں یہ پرورش پاتی رہی ؟!۔

ناسخ التواریخ صفحہ ۲۷۸ اور منتہج صفحہ ۳۴۸ پر ایک مضمون یوں ہے کہ قتل امام کے بعد جب اہل کوفہ رونے اور نوحہ کرنے لگے تو حضرت امام زین العابدین ان کی اس مکاری پر خاموش نہ رہ سکے اور فرمایا :

أ تبكون من أجلنا فمن الذي قتلنا ؟.

یعنی ہماری خاطر رونے والوں بتاؤ کہ ہمارا قاتل بھلا کون ہے!۔

یعنی خود ہی تم نے قتل کیا اور آپ ہی نوحہ و ماتم شروع کر دیا!۔یہیں تک نہیں حضرت سیدہ ام کلثوم نے محل سے سر نکالا اور نوحہ کرنے والوں سے کہا: تمھارے ہی مردوں نے تو ہمیں قتل کیا ہے۔

مـه یـا أهـل الـکـوفة لـقتـلـنـا رجـالـکم وتبکیا نساء کم فالحاکم بینا وبینکم الله یوم الفصل للقضایا .

او کوفہ والو! چپ رہو تمھاری عورتیں نوحہ کر رہی ہیں، حالاں کہ تمھارے مردوں نے مجھ کو قتل کیا، پس ہمارے اور تمھارے درمیان قیامت میں اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا۔

امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت سیدہ زینب نے ارشاد فرمایا:

یـا أهـل الـکـوفة أ تبـکـون وتـنـخبون أی واللّٰـه فـابکوا واضحکوا قلیلا .

اے اہل کوفہ! اب تم نوحہ وگریہ وزاری کرتے ہو، خدا کرے تمھاری قسمت میں رونا بہت اور ہنسنا کم ہو۔

اہل کوفہ (بقول شوستری صاحب شیعوں) سے اہل بیت کرام کی برگشتگی کا ذکر مختصر میں نے کر دیا،ضرورت پڑنے پر روایات کا انبار پیش کر دوں گا، بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہٖ

اس مختصر سی گفتگو سے دو جماعتوں کا تعارف کرا دیا۔ایک وہ جماعت جو حضرت امام حسین اور ان کے اہل بیت کو شہید کرنے کے بعد ماتم ونوحہ کرنے لگی۔دوسری وہ جماعت جس نے ہمیشہ ان ماتم اور نوحہ کرنے والوں کو برا اور قاتل سمجھا۔

الحاصل! ماتم ونوحہ کرنا قاتلانِ حسین کی سنت ہے، اور ماتم ونوحہ سے پرہیز و

اجتناب کرنا اہل بیت کی سنت، اب جس کو جو پسند اور مرغوب ہوگا وہ اس کی سنت پر عمل کرے گا!۔

فیصلہ شرعیہ کے صفحہ ۵۳، ۵۴ پر اس کی مزید تصریح یوں کی گئی ہے کہ :

مختار ثقفی پہلی صدی کا ایک مشہور شخص ہے جو کہ شیعہ اور دشمن اہل بیت تھا۔ (جلاء العیون: ۵۶۷) جب اس دشمن اہل بیت نے کوفہ پر اپنا پورا تسلط جمالیا تو علی الاعلان کوفہ میں رسم ماتم کو جاری کیا اور بنام تابوت سکینہ حضرت علی کی کرسی نکالی، اور بڑے دھوم دھام سے اس کی پرستش کی، حالاں کہ یہ کرسی حضرت علی کی نہ تھی بلکہ کسی دکان دار اور روغن فروش کی تھی جسے طفیل بن جعد نے چرا کر مختار ثقفی کو اس کام کے لیے دیا تھا۔ (تحفہ اثنا عشریہ)

علامہ شہرستانی نے لکھا ہے کہ وہ کرسی پرانی تھی، مختار ثقفی نے اس پر ریشمی غلاف چڑھا کر اسے خوب آراستہ کرکے یہ ظاہر کیا کہ حضرت علی کے توشہ خانہ میں سے ہے۔ (الملل والنحل)

پھر معز الدولہ جو کہ ایک عباسی خلیفہ کا وزیر تھا اور سخت متعصب شیعہ تھا، اور ۳۵۰ھ میں شہادت امام مظلوم کی یادگار منانے کے لیے یومِ عاشورہ مقرر کردیا، اس کے تعصب کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ شیعوں نے جب ۳۵۱ھ میں جامع مسجد بغداد کے دروازے پر بعض صحابہ کرام کی ذاتِ اقدس پر لعنتی الفاظ لکھوادیے اور جب رات کو کسی نے مٹا دیے تو پھر معز الدولہ نے کھلم کھلا لعنتی الفاظ لکھوادیے۔ (تاریخ الخلفاء)

اور ۱۸/ ذی الحجہ کو نہایت دھوم دھام سے عید غدیر منانے کا حکم صادر کیا۔ چنانچہ عید غدیر منائی گئی اور ساتھ ساتھ خوب باجے بجوائے گئے۔ پھر اس کے بعد ۳۵۳ھ کو خاص عاشورۂ محرم کا حکم دیا کہ غم حسین میں دکانیں بند کردیں، کھانے نہ پکائیں، خرید وفروخت نہ کریں، بالکل ہڑتال کردیں، بآواز بلند واویلا کریں، سوگ کے لباس پہنیں، عورتیں بال

کھولے ہوئے، منہ پر طمانچے مارتی ہوئی، خاک ملتی ہوئی، گریبان چاک کرتی ہوئی شارعِ عام پر نکلیں، چونکہ اس وقت اہل تشیع کا وہاں زور تھا، اس لیے اہل سنت و جماعت مقابلہ کرنے پر قادر نہ تھے۔ لوگوں نے معز الدولہ کے حکم کی تعمیل کی، بعد میں اس وجہ سے شیعہ سنی کے درمیان بڑا فساد ہوا، اور لوٹ مار تک نوبت پہنچ گئی۔ (ملاحظہ ہو تاریخ ابن خلدون، جلد سوم: ۴۲۵۔ بیان الامراء ترجمہ تاریخ الخلفاء: ۴۰۲۔ کامل ابن اثیر، دوم: ۱۹۷)

بات صاف ہے کہ ماتم وتعزیہ وغیرہ محرم میں خاص اہمیت رکھتے ہیں؛ لیکن ان کا تعلق نہ قرآن سے ہے نہ حدیث سے اور نہ ہی آثار صحابہ اور اقوال رسول سے بلکہ یہ خالص غدارانِ اہل بیت رسول اور قاتلانِ فرزندانِ علی کی سنت وایجاد ہے۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ سب سے پہلے کوفیوں یعنی شیعوں نے ماتم ونوحہ شروع کیا، پھر مختار ثقفی نے اس میں تعزیہ وتابوت سکینہ کا اِضافہ کیا، پھر معز الدولہ نے ان خرافات کو مزید فروغ دیا۔

ناظرین! اب آپ غور فرمائیں کہ **ماتم کی ایجاد کرنے والے کون تھے؟ ماتم اور تعزیہ و ترقی دینے والے کون تھے؟** ان دونوں سوالوں کا جواب صرف دو لفظوں میں یہ ہے کہ **دشمنانِ حسین**۔ اس کے برعکس ماتم وتعزیہ سے روکنے والے کون تھے؟ تعزیہ دار کو برا سمجھنے والے کون تھے؟ اس کا بھی مختصر ترین جواب صرف دو لفظوں میں یہ ہے کہ **اہل بیت رسول**۔

گویا دو راستے ہیں: ایک راستہ ہے قاتلانِ حسین کا جہاں ماتم وتعزیہ ہے۔ دوسرا راستہ اہل بیت رسول کا ہے جہاں یہ سب خرافات نہیں ہیں۔ اب آپ کو اختیار ہے خواہ اس راستے پر چلیے جس پر قاتلانِ حسین چلے، خواہ اس راستے پر چلیے جس پر اہل بیت رسول چلے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ اس مضمون کا سلسلہ ایک شیعہ فاضل اور ایک سنی مجدد کے ایک ایک اقتباس کو سپردِ قلم کر کے ختم کر دوں؛ اس لیے پہلے ملاحظہ فرمائیے: الذبیح صفحہ ۱۶، ۱۷ مصنفہ سید محمد رضی الرضوی القمی بن علامہ سید علی الحائری شیعی صاحب تفسیر لوامع التنزیل میں عنوان 'اصلاح مراسم تعزیہ داری' کے تحت یوں لکھتے ہیں :

’تعزیہ داری کی موجودہ رسوم جو خلافِ شرع اور قابل اِصلاح ہیں مثلاً ذوالجناح اور تعزیہ کے ہمراہ طوائف کا ہونا اور نامحرموں کے سامنے مرثیہ پڑھنا، بعض نوجوانوں کا سوٹ بوٹ پہن کر ٹائیاں لگا کر اور شب عاشورہ داڑھیاں منڈوا کر ذوالجناح کے ہمراہ ہونا، ذوالجناح کے نیچے بچوں کولٹانا ان کے کان چھدوانا، ان پر عرضیاں باندھنا، ان کے نیچے بکرے اور مرغ ذبح کرنا، ذوالجناح (حیوان) کا پس خورہ دودھ تبرکا اشرف المخلوقات انسان کو پلانا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کی کسی بھی مذہب میں کوئی اصلیت نہیں ہے، نہ قرآن وحدیث میں ان کا ذکر آیا ہے۔ عوام الناس نے خواہ مخواہ آہستہ آہستہ ان باتوں کو مذہب بنالیا ہے، اور جس اَمر کا مذہب میں کوئی حکم نہ ہو ظاہر ہے وہ ایک لغو فعل ہے، اور مذکورہ باتوں میں تو بعض باتیں حرام اور گناہِ کبیرہ ہیں، ان کو فوراً ترک کر دینا چاہیے‘۔

عزیزو! یہی وہ بدعتیں ہیں جن کے باعث تمھارے مذہبی پیشوا روزِ عاشورہ تعزیہ اور ذوالجناح کے ہم راہ جانے سے اِحتراز کرتے ہیں۔ خاص کر حجۃ الاسلام سرکار شریعت مدار علامہ حائری مجتہد العصر دام ظلہ کو ذوالجناح کے ہمراہ جاتے کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ افسوس ہے کہ عاشورہ کو جن اعمال کے کرنے کا حکم مذہب حق نے دیا ہے بہت کم اس کی تعمیل کی جاتی ہے۔ سید الشہداء علیہ السلام نے تو عین ظہر روزِ عاشورہ کو خاص بوقت شہادت بھی ایسی سخت مصیبت کے وقت نماز کو اَدا کر کے قوم کو تعلیم دی ہے کہ نماز جیسی ضروری عبادت مفترضہ کسی وقت میں کسی طرح بھی ترک نہیں کی جاسکتی؛ مگر بعض عزاداران کا یہ حال ہے کہ وہ عاشورا کے روز بھی نماز نہیں پڑھتے اور اسی طرح وہ اس روز کے اپنے اعمال کو باطل کر دیتے ہیں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۹ پر یوں لکھا ہے :

پس دانش مندی یہی ہے کہ مومنین تعزیہ داری میں اِفراط وتفریط کے دونوں پہلوؤں کو چھوڑ دیں جن کی کوئی بھی اصلیت مذہب حق میں نہیں ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں :

عوام الناس کا اپنے خیال اور اپنے قیاس سے کسی چیز کو اچھا یا زینت اسلام کا موجب اور ترقی مذہب کا باعث سمجھ لینا اور اس کو مذہب میں داخل کرنا مذہباً کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا۔

اَب شاید ہی کوئی نصیب کا مارا ہو جو مروجہ تعزیہ داری کو جائز وروا قرار دے!۔

بدعاتِ محرم کے سلسلے میں رضی الرضوی صاحب کی جملہ شکایات مذکورہ بالکل صحیح اور درست ہیں اور شیعوں کی بدعملی کا نقشہ مختصراً انھوں نے جو پیش کیا ہے، یہی شکایات باندازِ دگر امام اہل سنت مجدد ملت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نور اللہ مرقدہ کو بھی ہے۔فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں :

’تعزیہ میں اگر اہل اسلام اَرواحِ طیبہ حضراتِ شہداے کرام کے لیے ایصالِ ثواب پر اکتفا کرتے تو کس قدر مرغوب وخوب تھا؛ مگر اب تو وہ طریقہ نامرضیہ (جو ہزاروں خرافات پر مشتمل ہوتا ہے) کا نام ہے جو قطعاً بدعت اور ناجائز وحرام ہے۔ اسی طرح نقل روضۂ حضرت امام حسین اپنے گھر میں بطور تبرک وزیارت رکھنا اور اس کی اشاعت کرنا اور تصنع الم ونوحہ خوانی اور دیگر بدعات شرعیہ سے اجتناب کرنا کسی حد تک جائز تھا مگر اب جب کہ اس نقل کے ساتھ اہل بدعت وہ سب خرافات کرتے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا اس نقل سے بھی پرہیز کرنا چاہیے تاکہ اہل بدعت کے ساتھ اس

ناجائز بات میں مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لیے ایسی خرافات اور بدعات میں مبتلا ہونے کا اندیشہ باقی نہ رہے؛ لہٰذا بنظرِ محبت روضہ انور حضرت امام حسین کا کاغذ پر صحیح نقشہ بنالے اور تبرکاً رکھے جیسا کہ حرمین شریفین سے کعبہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ اور روضہ عالیہ وغیرہ کے نقشے آتے ہیں'۔

الحاصل! امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مروجہ تعزیہ داری بدعت، طریقہ نامرضیہ یعنی محض خرافات ناجائز اور حرام ہے۔ ہاں! آخری خط کشیدہ جملوں سے یہ اَمر واضح ہوگیا کہ اگر کاغذ پر قلم یا پنسل سے روضے کا نقشہ بنایا جائے اور وہ بھی صحیح صحیح تو کچھ حرج نہیں؛ لیکن ہاں! یہ نقشہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حرمین شریف سے کعبہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ کے نقشے آتے ہیں۔ یہی وہ صورت ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے نزدیک مباح اور جائز ہے۔ اب دیر نہیں سینوں کے لیے راز کے کھلنے میں کہ کون اسیر احمد رضا ہے اور کون نہیں ہے!۔

سلف صالحین کے زرّیں اِرشادات

۱: حضرت غوث الثقلین پیر دست گیر سید عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بروایت معاذ بن جبل و حضرت انس رضی اللہ عنہما اپنی کتاب 'غنیۃ الطالبین' صفحہ ۱۷۹ پر بایں طور حدیث نقل کی ہے جس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :

'آخر زمانے میں ایک قوم ہوگی جو میرے اصحاب کی تنقیص شان کریں گی، پس تم ان کی مجلس میں نہ بیٹھو، نہ ان کے ساتھ مل کر کھاؤ پیو، نہ ان سے رشتہ بندی کرو، نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو'۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں روافض نہ تھے بلکہ یہ بعد کی پیداوار ہیں۔

۲: حضرت مجدد الف ثانی سرہندی علیہ الرحمہ مکتوب جلد اول حصہ دوم صفحہ ۵۴ پر ارشاد فرماتے ہیں :

'بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت سے زیادہ موثر ہوتا ہے اور بدترین گمراہ فرقہ شیعہ ہے'۔

۳: حضرت مجدد احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ۲۰۸، ۲۰۹ پر اس سوال کے جواب میں کہ کسی صاحب میں یہ بات ہے کہ وہ ایک رافضی سے بے تکلف ہے کہ اس کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں اور مسجد میں باہم دونوں کے مذاق بے تکلفانہ اور معشوقانہ ہوا کرتے ہیں۔ مجدد موصوف جواب مرحمت فرماتے ہیں :

'روافض زمانہ علی العموم کفار ومرتد ہیں۔ کما حققنا فی رد الرفضہ۔ اور مرتدین سے میل جول حرام اور مسجد میں ایسا مذاق سنی صحیح العقیدہ سے بھی حرام ہے۔ لاجرم شخص مذکور سخت فاسق وفاجر مرتکب کبائر ہے۔ اور اس کی امامت ممنوع ہے اور اسے امام بنانا حرام اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ'۔

الحاصل! اگر کوئی سنی صحیح العقیدہ ہو مگر رافضیوں سے میل جول رکھتا ہو، ان کے ساتھ کھاتا پیتا ہو، نیز باہم ہنسی مذاق کرتا ہو تو ایسے سنی صحیح العقیدہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: 'شخص مذکور سخت فاسق وفاجر، مرتکب کبائر ہے، اور اس کی امامت ممنوع ہے اور اسے امام بنانا حرام اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ'۔

۴: حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے :

'فرقہ روافض اپنے اعمال واقوال کو مطابق نص قطعی وحدیث نبوی علیہ التحیۃ والثنا کے شمار کرتے ہیں؛ مگران کا یہ زعم باطل ہے'۔

۵: فتاویٰ عالم گیری مصری جلد سوم صفحہ ۲۶۴ پر ہے :

'جو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا معاذ اللہ برا کہے کافر ہے اور اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل بتائے تو کافر نہ ہوگا مگر گمراہ ہے۔

اور یہی مضمون تقریباً فقہ کی ہر کتاب میں موجود ہے۔ مثلاً فتاویٰ ظہیریہ، مستخلص الحقائق، طحطاوی علی مراقی الفلاح، فتاویٰ خیریہ، غنیّۃ شرح منیہ، کفایہ شرح ہدایہ، مجمع الانہر وغیرہ۔

خاک پائے اہل بیت
سید محمد ہاشمی حسنی الحسینی کچھوچھوی

۱۵/اگست ۱۹۶۷ء

قلم روکتے ہو، زباں کاٹتے ہو!

اس جمہوری دور میں لوگوں کو اپنے مشن کی تبلیغ، اپنی ملت کی اصلاح اور اپنے معاشرے کے سدھار کو پورا حق دیا گیا ہے؛ لیکن بعض لوگ اس حق کو ہم سے چھیننا چاہتے ہیں اور اتفاق سے وہ اپنے مسلمان بھی کہتے ہیں۔

کل کی بات ہے کہ 'رسالہ رسوماتِ محرم اور تعزیہ بزرگانِ دین کی نظر میں' [جس سے ہزاروں اہل سنت کی اصلاح ہوئی] ضبط کرادیا گیا اور ضبطی کی وجہ یہ بتائی گئی کہ اس سے شیعوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔

غالبًا یہ دل آزاری اس لیے ہوئی کہ اس رسالے میں جہاں اہل بیت کرام کے مناقب ہیں وہیں خلفاے راشدین کے فضائل بھی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو کیا ہم اپنے صحابہ اور خلفا کے فضائل بیان نہ کریں، ان کا نام لینا بند، ان سے اپنی عقیدت کا رشتہ منقطع کردیں؟ مگر یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب روح ہمارے جسم سے نکل جائے، زبانیں ہمارے منہ سے تراش لی جائیں اور قلم ہمارے ہاتھ سے لے کر توڑ دیے جائیں۔

بھئی، ہم مظلوم ہیں، ہمیں نہ چھیڑو، جیو اور جینے دو۔ ہم تمھارے بزرگوں کی تعریف کرتے ہیں تم ہمارے بزرگوں کی تعریف کرو، تعریف نہیں کرتے تو تذلیل بھی نہ کرو، اور یہ بھی نہیں ہوسکتا تو ہمیں تو تعریف کرنے دو، دیکھو یہ تمھارے ظلم کی اِنتہا ہے۔

ہم اپنے بزرگوں کی تعریف کرتے ہیں تو تمھاری دل آزاری ہوتی ہے اور تم ہمارے بزرگوں کی برائی کرتے ہو تو کیا سمجھتے ہو، ہمیں خوشی ہوتی ہے؟ دیکھو یہ ہمارے صبر کی اِنتہا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ .

اقبال احمد۔ ناظم نشر واشاعت، ۱۵/اپریل ۱۹۶۵ء

محرم اور تعزیہ

[اِرشادات امام اہل سنت، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت
مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان]

شادی بیاہ اور ماہِ محرم

۱۱رمحرم الحرام ۱۳۳۹ھ۔ کیا فرماتے ہیں علماے دین وخلیفہ اَمر مسلمین مسائل ذیل میں:

۱: بعض سنت جماعت عشرۂ محرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے اور نہ جھاڑو دیتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔

۲: ان دس دنوں میں کپڑے نہیں اُتارتے۔

۳: ماہِ محرم میں کوئی بیاہ شادی نہیں کرتے۔

۴: ان ایام میں سوائے امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے۔ یہ اُمور جائز ہیں یا ناجائز؟

جواب میں اعلیٰ حضرت اِرشاد فرماتے ہیں:

پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے اور چوتھی بات جہالت ہے۔ ہر مہینے میں ہر تاریخ پر ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہوسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احکامِ شریعت، اول، ص: ۹۰ مطبوعہ ابوالعلائی پریس، آگرہ)

محفل میلاد اور ذکر شہادت

کسی نے سوال کیا کہ مجلس میلاد شریف میں بیان مولود شریف کے ساتھ ذکر شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ اور واقعاتِ کربلا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فرمایا: مجلس میں جانا اور مرثیہ سننا حرام ہے، ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے، ان کی نیاز' نیاز نہیں اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی، کم از کم ان کے ناپاک 'قلتین' کا پانی ضرور ہوتا ہے، اور وہ حاضری سخت ملعون ہے، اور اس میں شرکت موجب لعنت۔ (احکامِ شریعت، حصہ اول، صفحہ ۸۹)

سبز اور سیاہ کپڑے پہننا

محرم میں بعض مسلمان ہرے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں اور سیاہ کپڑوں کی بابت کیا حکم ہے؟۔

حضرت مجدد ملت نے جواب دیا: محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے، خصوصاً سیاہ کہ شعار رافضیانِ لئام ہے۔ (احکامِ شریعت، حصہ اول، صفحہ ۸۹)

چھتوں پر سے روٹی پھینکنا

آج کل (عشرہ کے دن) لوگ خیر خیرات اس قسم کی کرتے ہیں کہ چھتوں اور کوٹھوں پر سے روٹیاں اور روٹیوں کے ٹکڑے بسکٹ وغیرہ پھینکتے ہیں اور صدہا آدمی ان کو لوٹتے ہیں، ایک کے اوپر ایک گرتا ہے، بعض کے چوٹ لگ جاتی ہے اور وہ روٹیاں زمین پر گر کر پاؤں سے روند جاتی ہیں بلکہ بعض اوقات غلیظ نالیوں میں بھی گرتی ہیں اور رزق کی سخت

بے اَدبی ہوتی ہے اور یہی حال (سبیل) شربت کا ہے اوپر سے آب خوروں میں لوٹ مچائی جاتی ہے کہ آدھا آب خورہ بھی شربت کا نہیں رہتا اور تمام شربت گر کر زمین پر بہتا ہے، ایسی خیر خیرات اور لنگر جائز ہے یا بوجہ رزق کی بے اَدبی کے گناہ ہے؟۔

جواب میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت ارشاد فرماتے ہیں :

یہ خیرات نہیں، شرور وسیئات ہے، نہ اِرادۂ وجہ اللہ کی یہ صورت ہے بلکہ ناموری اور دکھاوے کی، اور وہ حرام ہے اور رزق کی بے اَدبی اور شربت کا ضائع کرنا گناہ ہے۔ (احکامِ شریعت، حصہ اول، صفحہ ۷۸)

تعزیہ دیکھنا بھی جائز نہیں

کسی نے سوال کیا کہ تعزیہ داری میں لہو ولعب یعنی کھیل تماشا سمجھ کر جائے تو کیسا ہے؟ اعلیٰ حضرت نے جواب میں فرمایا :

نہیں چاہیے، ناجائز کام میں جس طرح جان مال سے مدد کرے گا یوں ہی سواد بڑھا کر بھی مددگار ہوگا، ناجائز بات کا تماشا دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ (الملفوظ حصہ دوم: ۹۶ مطبوعہ حسینی پریس، بریلی)

علَم، تعزیہ اور براق بدعت ہیں

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ عَلَم، تعزیہ، براق، مہدی یہ سب جو رائج ہیں کل کے کل بدعت ہیں اور بدعت سے کبھی شوکت اسلام نہیں ہوتی، اور تعزیہ کو حاجت روا سمجھنا جہالت ہے، اور اس سے منت مانگنا حماقت ہے، اور تعزیہ داری نہ کرنے کو باعث نقصان سمجھنا زنانہ وہم ہے؛ اسی لیے مسلمانوں کو ایسے خیالات وحرکات

سے باز رہنا چاہیے۔(اِسلام اور تعزیہ داری:۲۰)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اِلتجا

کسی نے سوال کیا کہ خاتونِ جنت بتولِ زہرا رضی اللہ عنہا کی نسبت یہ بیان کرنا کہ روزِ محشر وہ برہنہ سر و پا ظاہر ہوں گی اور امام حسین و حسن رضی اللہ عنہما کے خون آلود اور زہر آلود کپڑے کاندھے پر ڈالے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دندانِ مبارک جو جنگ اُحد میں شہید کیا گیا تھا ہاتھ میں لیے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گی، اور عرش کا پایہ پکڑ کر ہلائیں گی اور خون کے معاوضے میں اُمت عاصی کو بخشوائیں گی۔صحیح ہے یا نہیں؟۔

جواب میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے فرمایا :

یہ سب جھوٹ، افترا، کذب گستاخی اور بے اَدبی ہے۔مجمع اولین وآخرین میں ان کا برہنہ سر تشریف لانا جن کو برہنہ سر کبھی آفتاب نے بھی نہ دیکھا وہ کہ جب صراط پر گذر فرمائیں زیرِ عرش سے منادی ندا کرے گا: اے اہل محشر! اپنا سر جھکالو اور اپنی آنکھیں بند کرلو کہ فاطمہ بنت محمد صراط پر گزر فرماتی ہیں۔ پھر وہ نورِ الٰہی ایک برق کی طرح ستر ہزار حوریں جلو میں لیے ہوئے گزر فرمائے گا۔واللہ تعالیٰ اعلم۔(احکامِ شریعت، جلد دوم، صفحہ ۱۰،۱۱)

روافض سے ملنا جلنا

ایک شخص نے دریافت کیا کہ اہل سنت و جماعت کو رافضیوں سے ملنا جلنا کھانا پینا اور سودہ سلف خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص سنی ہو کر ایسا کرتا ہے اس کی نسبت شرعاً کیا حکم آیا ہے وہ شخص دائرۂ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا :

روافض زمانہ علی العموم مرتد ہیں۔ کما بیناہ فی رد الرفضہ۔ ان سے کوئی معاملہ اہل اسلام کا سا کرنا حلال نہیں، ان سے میل جول، نشست و برخواست، سلام کلام کرنا سب حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ . (سورۂ انعام:٦/٦٨)

اور اگر بھلا دے تجھ کو شیطان تو مت بیٹھ یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ۔

حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

سیأتي قوم لهم فبز يقال لهم الرافضة يطعنون السلف ولا يشهدون جمعة ولا جماعة فلاتجالسوهم ولاتواكلوهم ولا تشاربوهم ولاتناكحوهم وإذا مرضوا فلا تعودوهم وإذا ماتوا فلا تشهدوهم ولاتصلوا عليهم ولاتصلوا معهم .

عنقریب کچھ لوگ آنے والے ہیں ان کا ایک بدلقب ہوگا، انھیں رافضی کہا جائے گا، سلف صالحین پر طعن کریں گے اور جمعہ و جماعت میں حاضر نہ ہوں گے، ان کے پاس نہ بیٹھنا، ان کے ساتھ نہ کھانا، نہ پینا، نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا، بیمار پڑیں تو انھیں پوچھنے نہ جانا، مرجائیں تو ان کے جنازے پر نہ جانا، نہ ان پر نماز پڑھنا اور نہ ان کے ساتھ نمازیں پڑھنا۔

جو سنی ہو کر ان کے ساتھ میل جول رکھے، اگر خود رافضی نہیں تو کم از کم اشد فاسق ہے مسلمانوں کو اس سے بھی میل جول ترک کرنے کا حکم ہے۔ (احکامِ شریعت، جلد دوم، صفحہ ٤٦، ٤٧)